آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
خدمات – اور – سرگرمیاں

ناشر

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اب تک کی کارکردگی اور اغراض ومقاصد پر مشتمل عمومی تعارف کے غرض سے ایک مختصر کتابچہ بورڈ کی جانب سے شائع کیا جائے، تاکہ عامۃ المسلمین کے ساتھ ساتھ مختلف طبقات میں بورڈ کے کاموں کا مختصراً ہی سہی لیکن ایک جائزہ پیش ہوجائے جس سے اس کے متنوع کاموں، سرگرمیوں اور متحدہ کوششوں کا ایک خاکہ لوگوں کے سامنے آسکے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے یہ کتابچہ مرتب کیا گیا۔

اس کا پہلا ایڈیشن ۲۰۰۲ء میں دوسرا ۲۰۰۵ء میں اور تیسرا ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا جس کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، اب مزید اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں جو معلومات رہ گئی ہیں اس کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی، امید کہ اہل خیر کے تعاون سے نہ صرف اس کتابچہ کی بلکہ مختلف زبانوں میں ترجمہ کی اشاعت وتقسیم عمل میں آئے گی، اور اہل علم کو بورڈ کی تاریخ مرتب کرنے میں اس بکھری ہوئی مگر مجمل معلومات سے کافی مدد ملے گی۔

سید نظام الدین
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
یکم/اگست ۲۰۱۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف چند

اس کتابچہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کی تاریخ، خدمات اور کارناموں کا مختصر تعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ بورڈ نے اپنے ۳۸ سالہ سفر میں ملت کی قیادت اور رہنمائی کن کن محاذوں پر کی ہے اور اس کی کیا کیا سرگرمیاں رہی ہیں، متبنٰی بل کی واپسی، ایمرجنسی میں جبری نسبندی کے خلاف موقف، لازمی نکاح رجسٹریشن کا خاتمہ، یکساں سول کوڈ کی مخالفت، تحفظ حقوق مسلم مطلقہ ایکٹ کی منظوری، قانون وقف میں اصلاحات، بابری مسجد کی شرعی حیثیت کا دوٹوک اعلان اور اس کی بازیابی کی مسلسل جدوجہد، اراضی مساجد وقبرستان کا تحفظ، اوقافی جائدادوں پر انکم ٹیکس کا خاتمہ، قانون شریعت کے خلاف دائر مقدمات میں جدوجہد، مدارس دینیہ کا تحفظ، اصلاح معاشرہ کی تحریک، معیاری نکاح نامہ کی ترتیب و اشاعت، تفہیم شریعت کمیٹی کی تشکیل اور قانون اسلامی کے ایک مستند و مرتب مجموعہ قوانین اسلامی کی تیاری وغیرہ، بورڈ کی راہ کے روشن نقوش ہیں، بورڈ نے جو کچھ کیا وہ کارنہیں کارنامہ ہے، جس کو تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔ زیرنظر کتابچہ میں انہیں مسائل ومعاملات پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے، امید ہے کہ تعلیم یافتہ دانشور طبقہ اور عام مسلمان بھی اس کتابچہ سے استفادہ کریں گے۔ خدا تعالیٰ اس کی افادیت کو عام فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

رضوان احمد ندوی

جنرل سکریٹری آفس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا پس منظر
خدمات اور سرگرمیاں

ہندوستان کی تاریخ میں اسلام اور شریعت کے تحفظ کے سلسلہ میں جو کچھ کیا گیا ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ اس کا ایک روشن اور تابناک باب ہے جسے مستقبل کا مورخ کبھی نظر انداز نہیں کر سکے گا، یہ انتہائی خطرناک، پرخطر اور حوصلہ شکن ماحول میں شریعت اسلامی کی پاسبانی کی ایک جرأت مندانہ اور حساس کوشش ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کے غیر معمولی بیدار مغزی اور شعور کا شاہکار۔

قیام کا پس منظر:

یوں تو ہندوستانی مسلمانوں کے سینوں میں یہ چنگاری اسی وقت سے دبی پڑی تھی، جب ہندوستان کے دستور میں یکساں سول کوڈ کے تدریجی نفاذ کو اپنا نشانہ مقرر کیا گیا، لیکن یہ شرر اس وقت شعلہ بن گیا جب ہندوستان کے مختلف گوشوں سے نام نہاد روشن خیال اور اکثر حکومتی سطح پر ذمہ دارانہ حیثیت کے حامل بعض شخصیتوں نے مسلم پرسنل لا میں ترمیم کی آوازیں بلند کرنی شروع کر دیں۔

چنانچہ ۲۳؍نومبر ۱۹۶۴ء کو مہاراشٹرا اسمبلی کے ایک مسلم ممبر مسٹر حسن حمدانی نے ایک سے زیادہ شادی پر پابندی عائد کرنے کے سلسلہ میں ایک بل پیش کیا، ۶؍ستمبر ۱۹۶۴ء کو مسٹر ایس کے اتھلے نے پھر مہاراشٹرا اسمبلی میں ایک سے زیادہ شادی پر پابندی عائد کر دینے کا ایک بل پیش کیا، جس کی بعض مسلم ممبران اسمبلی کی طرف سے حسب توقع تائید ہوتی رہی، ۷؍جولائی ۱۹۷۲ء کو

پھر مہاراشٹرا اسمبلی میں ایس، کے ڈھونڈ کے نے تعداد ازدواج پر پابندی کا ایک بل پیش کیا،مسٹر ڈھونڈ کے نے اس موقع پر اپنے سیکولر ذہن کی جو ترجمانی فرمائی وہ یہ تھی:

''یہ ایک قومی مسئلہ ہے، یہ ایک مذہبی، معاشرتی سیاسی اور انسانی مسئلہ بھی ہے،اس بل کا مقصد کسی کے مذہبی جذبات کوٹھیس پہنچانا نہیں ہے،لیکن قوم کے مفاد کو مذہبی کتابوں کے مفاد سے بہر حال بلند ہونا چاہئے،لہذا قومی مفاد کی حفاظت اور قومی پالیسی میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے ایک سے زائد شادی پر پابندی کا قانون مسلم بھائیوں پر بھی اسی طرح نافذ ہونا چاہئے جس طرح دوسروں پر نافذ کیا گیا ہے،اگر ایسا نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ چند سالوں بعد ہندوستان کو پاکستان میں ضم کرنے کا مطالبہ کھڑا ہو جائے گا''۔

اور موجودہ مرکزی وزیر اقلیتی امور جو اس وقت مہاراشٹرا میں وزیر تھے مسٹر عبدالرحمٰن انتولے نے''مسلمان سیکولر'' ہونے کی حیثیت سے وفاداتی کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مسلمانوں کی اکثریت مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کی خواہش مند ہے، صرف پانچ فیصد افراد ایسے ہیں جو تبدیلی نہیں چاہتے''(روداد آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن)۔

بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا:

''اگر پارلیمنٹ کے سیکولر ممبران ان کی مدد سے حکومت ایک مشترکہ عائلی قانون نافذ کرتی ہے تو مسلمان کچھ دنوں تک مخالفت کریں گے،لیکن اس کی وجہ سے آسمان نہیں پھٹ جائے گا''(یونیفارم سول کوڈ۔مولانا منت اللہ رحمانیؒ)۔

۱۹۶۳ء میں مرکزی حکومت نے باضابطہ ایک کمیشن مقرر کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلم پرسنل لا میں سماجی اور معاشرتی حالات کے تحت مناسب اصلاح کی جائے، اور ظاہر ہے کہ اس مناسب اصلاح کا مطلب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ دستور کے دفعہ ۴۴ کے مطابق یکساں سول کوڈ کے لئے راہ ہموار کی جائے، چنانچہ اس کی طرف ۱۹۵۰ء میں مرکزی وزیر قانون مسٹر پائنسکر نے ہندو کوڈ بل کی ترمیم کے موقع سے واضح اشارہ کر دیا تھا، ان کے الفاظ یوں ہیں:

> ''ہندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں، وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائے گی، اگر ہم ایسا قانون بنانے میں کامیاب ہوگئے جو ہماری پچاس فیصد آبادی (ہندو) کے لئے ہو تو باقی آبادی پر اس کا نافذ کرنا مشکل نہ ہوگا، اس قانون سے پورے ملک میں یکسانیت پیدا ہوگی''۔

حکومتی سطح کے ان سابقہ بیانات کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہ تھا کہ اس قسم کا کوئی سرکاری کمیشن اصلاح کی تجویز کو پیش کرے گا، وہ مسلم پرسنل لا کی ترمیم کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔

چنانچہ ہندوستان کے گوشے گوشے سے تمام دینی اداروں، جماعتوں، تحریکوں اور مسلم نمائندہ شخصیتوں نے حکومت کے اس عزم و ارادہ پر سخت احتجاج و ناراضگی کا اظہار کیا، جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوری منعقدہ اپریل ۱۹۶۳ء، جمعیت اہل حدیث کی مرکزی مجلس شوری منعقدہ ۱۰-۱۱ر ستمبر ۱۹۷۲ء، امارت شرعیہ بہار کے زیر اہتمام منعقدہ مسلم پرسنل لا کانفرنس مورخہ ۲۸ر جولائی ۱۹۶۳ء، جمعیت علماء ہند کے اجلاس میرٹھ منعقدہ ماہ مئی ۱۹۷۲ء، سنی جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام منعقد شہید اعظم کانفرنس محرم ۱۳۹۲ھ اور امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کے اجلاس منعقدہ ۳ر ستمبر ۱۹۷۲ء نے اس کمیشن کے خلاف تجاویز منظور کیں، اس کے علاوہ آل انڈیا مسلم لیگ، انجمن مہدویہ، اثنا عشری شیعہ قائدین، خوجہ جماعت اور بوہرہ فرقہ نیز ملک کے مختلف

اداروں اور تنظیموں نے حکومت کے اس طریقہ کار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، مسلمانوں کی اس مشترک آواز کو نظر انداز کر جانا آسان نہ تھا، چنانچہ ۳۱؍اگست ۱۹۶۲ء کو راجیہ سبھا میں مرکزی وزیر قانون مسٹر اشوک کمار سین نے اعلان کیا:

''حکومت نے ایسی کسی بھی کمیٹی کا تقرر کا ارادہ ترک کر دیا ہے، مسلمانوں کی اکثریت مسلم پرسنل لا میں ترمیم کے خلاف ہے، اور حکومت اقلیت کے پرسنل لا میں ان کی مرضی کے بغیر کسی ترمیم کا ارادہ نہیں رکھتی''۔

ایک طرف مسلمانوں کے جذبات اور ان کے غیر معمولی تحمل کے پیش نظر حکومت نے اس پالیسی کا اعلان کر کے گو برأت ظاہر کر دی، مگر دوسری طرف اس کے روشن خیال وفاداروں کا نشۂ اصلاح کسی طرح کافور ہونے کو آمادہ نہ تھا، چنانچہ اسی موقع پر ایک مسلم ممبر پارلیمنٹ مسٹر اے، ایم، طارق نے کہا:

''اصلاح کرنا حکومت کا کام ہے، جب مسلم ملکوں میں شرعی قوانین میں ترمیم کی گئی ہے تو پھر ہندوستان میں یہ سوال کیوں اٹھایا جا رہا ہے کہ مسلمان خود ان قوانین میں ترمیم کرنے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالیں گے'' (ہفت روزہ نقیب پھلواری شریف پٹنہ ۱۳؍اگست ۱۹۶۲ء)۔

گو کہ مسلمان اس خطرہ کو پوری طرح محسوس کر چکے تھے اور ان کی یہ آواز مشترکہ تھی مگر اب تک ان کے پلیٹ فارم مختلف تھے اور مسلم پرسنل لا کے موضوع پر ایک مشترکہ مسئلہ ہونے کی حیثیت سے مشترکہ پلیٹ فارم کا قیام عمل میں نہ آ سکا تھا، یہ کام ایک طرف نہایت ضروری اور غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا کہ اس کے بغیر اس شعور و بیداری اور اشتراک و ہم آہنگی کو باقی رکھنا اور مفاد پرست اور ضمیر فروش افراد کی سازشوں سے محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا، دوسری طرف مسلمانوں کی گروہ بندی حد سے گزری ہوئی جماعت اور ادارہ پرستی عام قومی مفادات کے آگے اپنے تنظیمی مفادات کی قربانی کے جذبہ کے فقدان اور اختلاف کی وسیع تر خلیج کے پیش نظر ایسے مشترکہ پلیٹ

فارم کا قیام ایک دشوارترین اور غیر معمولی تدبر و ہوشمندی کا طالب بھی تھا۔

بہار اسٹیٹ مسلم پرسنل لا کانفرنس:

اس نازک اور مشکل کام کے لئے جس ادارہ اور تحریک نے سب سے پہلے قدم اٹھایا اور ہندوستان کی جس دردمند اور ہوش مند شخصیت نے سب سے آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کیا وہ امارت شرعیہ بہار واڑیسہ اور اس کے امیر پیر جواں ہمت مولانا منت اللہ رحمانی تھے، امارت شرعیہ کے زیر اہتمام ۲۸ رجولائی ۱۹۶۳ء کو انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں ایک کل جماعتی مسلم پرسنل لا کنونشن منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے کی اور افتتاح سابق امیر جماعت اسلامی ہند مولانا ابواللیث صاحب ندوی نے کیا، اس کے علاوہ اس کنونشن کے شرکاء میں مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا عبدالرؤف صاحب ایم ایل سی ناظم جمیعۃ العلماء اترپردیش اور جناب منظور احسن اعجازی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، اس کانفرنس نے دو تجویزیں منظور کیں جو حسب ذیل ہیں:

۱-حکومت ہند نے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے لئے کمیشن کے تقرر کی تجویز سامنے لا کر انتہائی غلط اقدام کیا ہے، یہ اجلاس متفقہ طور پر اس رائے کا اظہار کر دینا چاہتا ہے کہ مسلمان مسلم پرسنل لا میں کسی تبدیلی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

۲-یہ کنونشن مسلمانوں کے ان نادان دوستوں کی روش پر اپنی بیزاری اور افسوس کا اظہار کرتا ہے جو جدت پسندی کے جنون میں مسلم پرسنل لا میں ترمیم کے غلط مشورے دے رہے ہیں۔ملخص از نقیب مورخہ ۳ راگست ۱۹۶۹ء)۔

دارالعلوم دیوبند کا اجلاس:

اس نوعیت کی دوسری کوشش برصغیر کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند نے اپنے دردمند اور خداترس مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحب کے زیر اہتمام انجام دی، بلکہ کہنا چاہئے کہ

دارالعلوم دیوبند کے دین کے تحفظ، ناموس شریعت کی پاسبانی اور ملت کی صحیح، ٹھوس اور متوازن نمائندگی کا جو فریضہ اپنی ابتداء سے انجام دیتا آرہا تھا، ایک بار پھر اس سے عہد برآ ہوا، یہ اجلاز بھی ایک حد تک مختلف جماعتوں کا نمائندہ اجتماع تھا۔ جو ۱۳-۱۴/مارچ ۱۹۷۲ء کو دارالعلوم میں طلب کیا گیا، اجلاس کے شرکاء میں مذکورہ دونوں بزرگوں کے علاوہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی صدر مسلم مجلس مشاورت، مولانا سید محمد اسعد مدنی، ناظم جمعیت العلماء ہند، ڈاکٹر فضل الرحمٰن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، امارت شرعیہ بہار، ڈاکٹر طاہر محمود، مولانا عامر عثمانی مدیر ''تجلی'' اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدیر برہان دہلی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں (مستفاد از تاریخ دارالعلوم دیوبند ۱/۲۰۶، سید محبوب رضوی روداد مسلم پرسنل لا کنونشن ممبئی)۔

مسلم پرسنل لا کے تحت جو مسائل آتے ہیں اور جن کے بارے میں اصل قانون شریعت نافذ ہے، اس اجتماع کے خیال میں خالصۃ مذہبی معاملات ہیں، مسلم پرسنل لا کے بجائے مشترک سول کوڈ کے نفاذ کی کوشش یا بالواسطہ قانون سازی کے ذریعہ مسلم پرسنل لا کو آہستہ آہستہ ختم کرنے کی کوشش نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی انفرادیت کو ختم کرنے کے مرادف ہوگی بلکہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت بھی ہوگی، اور آئین میں دی گئی مذہب وتہذیب کی آزادی پر حملہ ہوگا، اس اجلاس نے یہ تجویز منظور کی کہ ہندوستان گیر سطح پر مسلمانوں کی تمام جماعتوں، اداروں اور مکاتب فکر کا ایک نمائندہ اجتماع طلب کیا جائے، اس کام کے لئے اٹھارہ افراد پر مشتمل ایک تیاری کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کے کنوینر مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند قرار پائے، چونکہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم کا آواز ممبئی سے بلند ہوا تھا اور ریاست مہاراشٹرا کی حکومت بھی خواہ مخواہ مسلم پرسنل لا میں اصلاح کے لئے بہت فکرمند تھی، اس لئے طے پایا کہ کعبہ بت خانہ ہی میں تعمیر ہو اور اس نوعیت کا کنونشن شہر ممبئی میں منعقد ہو، اسی طرح سعی مسلسل اور جہد پیہم کے نتیجہ میں ۲۰-۲۱/ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۷-۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء کو ممبئی کی سرزمین پر مہاراشٹرا کالج کے وسیع میدان میں مولانا قاری محمد طیب صاحب کے زیر صدارت

وہ عظیم الشان اور فقید المثال کنونشن منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے تمام ہی مسلم مذہبی فرقوں، اصلاحی اور سیاسی جماعتوں، نمائندہ اداروں، مختلف علاقوں اور ریاستوں کی قابل ذکر شخصیتوں، مشہور تعلیمی اداروں، مختلف پیشہ کے نمائندہ افراد اور مرد وخواتین موجود تھے اور ہندوستان کی تاریخ میں خلافت کمیٹی کے بعد یہ اپنی نوعیت کا منفرد اور بے نظیر اجتماع تھا، اس اجتماع نے ان لوگوں کی ساری آرزوئیں خاک میں ملا کر رکھ دیں جو وقتاً فوقتاً روشن خیال نمائندہ ہونے کی حیثیت سے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کا مطالبہ کررہے تھے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام:

اندیشہ یہ تھا کہ کہیں اس عظیم اجتماع کو بدخواہوں کی نظر نہ لگ جائے اور مسلمانوں کے اس اتحاد میں شگاف نہ پڑ جائے، مسلمانوں کی اس متحدہ قوت کو برقرار رکھنے کے لئے مختلف مکاتب فکر اور جماعتوں کے ایک نمائندہ بورڈ کی تشکیل اور اس میں اتنی لچک اور وسعت کہ یہ آئندہ فکری تصادم اور باہمی معرکہ آرائی سے محفوظ رہے، ضروری تھی، لیکن یہ کام جتنا ضروری اور اہم تھا، اتنا ہی مشکل اور پیچیدہ بھی، اللہ کے فضل اور زعمائے امت کے درد واخلاص اور سوز دروں کے نتیجہ میں یہ مشکل آسان ہوگئی اور اس سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل طے پا گئی، اس کنونشن نے بنیادی طور پر تین تجویزیں منظور کیں:

۱-شریعت اسلامی کے احکام وحی الٰہی پر مبنی ہیں، ان میں نہ کوئی کمی ہے جسے پوری کرنے کی ضرورت ہو اور نہ زیادتی جسے کم کرنے کی حاجت پیش آئے، مسلم پرسنل لا مسلمانوں کے دین و مذہب کا جزء ہیں، پارلیمنٹ یا ریاستی مجالس قانون ساز کو اس میں ترمیم یا تنسیخ کا حق حاصل نہیں ہے۔

۲-یہ اجلاس متبنی بل ۱۹۷۲ء کو اپنی موجودہ شکل میں قانون شریعت میں مداخلت سمجھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

۳-یہ کنونشن اپنے فیصلوں کو بروئے کار لانے کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

تشکیل کرتا ہے، جو ہمیشہ ہر فرقہ مسلم کے علماء ماہرین شریعت مسلم قانون داں اور ملت کے دیگر ارباب حل وعقد پر مشتمل ہوگا۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار کر دینا مناسب ہوگا کہ مسلم پرسنل لا کے موضوع پر اس تاریخ ساز یادگار اور نتیجہ خیز کنونشن کی مجلس استقبالیہ کے صدر جناب یوسف پٹیل اور جنرل سکریٹری عبد الستار یوسف تھے، اور جناب یوسف نجم الدین سربراہ فقہ بواہیر نے اس کا افتتاحی خطبہ دیا تھا۔

بورڈ کے مقاصد:

بورڈ کے مقاصد میں بنیادی طور پر تین باتیں شامل ہیں:

۱- ہندوستانی مسلمانوں کو اس معاملہ میں اور باشعور رکھنا، نیز پارلیمنٹ صوبائی مجلس ساز قانونی اور عدلیہ میں زیر بحث آنے والے ایسے تمام قوانین اور اس کی تشریح پر نگاہ رکھنا، جس سے بالواسطہ یا براہ راست مسلم پرسنل لا متاثر ہوتا ہو نیز مثبت انداز میں محمڈن لا کا جائزہ لینا اور مختلف دبستان فقہ سے استفادہ کرتے ہوئے مناسب حدود میں واقعی دشواریوں کو علماء ماہرین شریعت اور علوم اسلامیہ پر گہری بصیرت رکھنے والے اہل علم کے باہمی مشورہ سے حل کرنا۔

۲-مسلمانوں کو عائلہ ومعاشرتی زندگی کے بارے میں شرعی احکام وآداب، حقوق و فرائض اور اختیارات سے واقف کرانا اور اس سلسلہ میں ضروری لٹریچر کی اشاعت کرنا، مسلمانوں کو مختلف مکاتب فکر اور فرقوں کے مابین خیر سگالی اور باہمی اشتراک وتعاون کے جذبہ کی نشو ونما اور مسلم پرسنل لا کے تحفظ کے لئے ان کے درمیان اتحاد واتفاق کو پروان چڑھانا (ملخص از دستور اساسی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)۔

دستور اور طریق کار:

مسلم پرسنل لا کی تشکیل کے بعد اس کے اغراض ومقاصد کے سلسلہ میں ۷-۱۸ اپریل ۱۹۷۳ء کو ہندوستان کے مشہور وتاریخی شہر حیدرآباد میں بورڈ کا اجلاس منعقد ہوا، اسی اجلاس میں

بورڈ کا دستور اساسی منظور ہوا اور عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا اس وقت دستور کے تحت بورڈ کی ایک جنرل کانسل ہے، جو ۲۰۱ افراد پر مشتمل ہے، ایک مجلس عاملہ ہے جس کے ارکان کی تعداد ۴۱ ہے، عہدیداروں کی تعداد گیارہ ہے، صدر ۱، نائبین ۵، جنرل سکریٹری ۱، سکریٹری ۳، اور خازن ایک، عاملہ کی رکنیت اور ان عہدوں کی مدت تین سال قرار پائی، ان کے علاوہ بورڈ کی مختلف کمیٹیاں بھی ہیں، جن میں سب سے اہم اور بنیادی قانون جائزہ کمیٹی ہے، یہی کمیٹی ملک کے دستور وقوانین اور نئے پیش ہونے والے بل پر نگاہ رکھتی ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ کی جنرل کانسل، مجلس عاملہ، ذیلی کمیٹیاں اور اسی کے ذمہ دارانہ عہدے سب ہی مختلف مکاتب فکر و جماعتوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام ملت اسلامیہ کے لئے تاریخ کا ایک موڑ ثابت ہوا۔ جہاں ملت کی منتشر صلاحیتیں ایک مرکز پر جمع ہوگئیں وہیں حالات نے پلٹا کھایا، مسلم پرسنل لا میں ترمیم کا نعرہ لگانے والوں کے لہجہ میں معذرت کا انداز پیدا ہوا اور اب یہ کہا جانے لگا کہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم اسی وقت کی جاسکتی ہے جب مسلمان چاہیں۔

بورڈ کی دو اہم ذمہ داریاں:

مسلم پرسنل لا بورڈ نے دو اہم ذمہ داریاں قبول کیں، ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ کے لئے مؤثر تدابیر اختیار کرنا اور ہر اس کوشش کا مقابلہ کرنا جو شریعت میں مداخلت کے لئے براہ راست، بالواسطہ یا متوازی قانون سازی کے ذریعہ کی جارہی ہو۔ دوسرے مسلمانوں کو شرعی احکام، قوانین اسلامی و آداب اور حقوق و فرائض سے واقف کرانا، اسلام کے عائلی قوانین کے نفاذ کی ہمہ گیر جدوجہد، فقہ اسلامی کے تحقیقی مطالعہ کا اہتمام اور شریعت اسلامیہ کے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے کتاب وسنت کی روشنی میں نئے مسائل کا حل تلاش کرنا، مسلمانوں کے مختلف فقہی مسالک اور فرقوں کے مابین باہمی اشتراک وتعاون اور روابط واتحاد کو پروان چڑھانا۔

اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل ہے کہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ کے وجود، ان کی

تہذیبی خصوصیات کی بقا اور ایک تابناک مستقبل کی ضمانت اسی وقت دی جاسکتی ہے جب ان تمام محاذوں پر جامع منصوبہ بندی کے ساتھ کام کیا جائے۔

آج ہمیں یہ جائزہ لینا چاہئے کہ حالات کی نامساعدت اور وسائل کے فقدان کے باوجود ۶۳ برسوں میں مسلم پرسنل لا بورڈ نے کیا کامیابیاں حاصل کیں اور اس کی نمایاں خدمات کیا ہیں؟

متبنی بل ۱۹۷۲ء اور مسلم پرسنل لا بورڈ:

سوچی ہوئی اسکیم کے تحت ۳۲ / مئی ۱۹۷۲ء کو متبنی بل (Adoption of Children Bill) کا مسودہ ایوان بالا (راجیہ سبھا) میں پیش کرتے ہوئے اس وقت کے وزیر قانون مسٹر ایچ آر گوکھلے نے کہا تھا کہ:

''ہندو قانون تبنیت ونفقہ ۱۹۶۵ء کی جگہ یہ نیا قانون یکساں شہری قانون کی حیثیت سے ملک کے سب ہی شہریوں پر نافذ ہوگا۔ یہ مسودہ قانون یکساں سول کوڈ کی طرف پہلا مضبوط قدم ہے''۔

یہ دراصل ایک متوازی قانون سازی کے ذریعہ قانون وراثت اور قانون نکاح کو بے اثر کردینے کے مرادف تھا۔

علماء دین ، ماہرین قانون اور مسلم دانشوروں نے قانون شریعت پر آنے والے خطرات کو محسوس کیا اور ممبئی میں منعقدہ ۲۷، ۲۸ / دسمبر ۱۹۷۲ء کے تاریخی کنونشن میں اس بل کی شدید مخالفت کی گئی اور قرارداد میں کہا گیا کہ:

''قانون تبنیت ۱۹۷۲ء کو اپنی موجودہ شکل میں یہ اجلاس قانون شریعت میں مداخلت سمجھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے''۔

متبنی بل کے خلاف بورڈ کی قرارداد اور اس کے خلاف اجتماعات، تجاویز اور ٹیلی گراموں کی کثرت نے مرکزی حکومت کو محسوس کرادیا کہ مسلمانوں میں اس بل کی وجہ سے بڑی

بے چینی ہے، چنانچہ اس پر رائے عامہ حاصل کرنے کے لئے حکومت نے متبنی بل کا مسودہ پارلیمنٹ کی جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے حوالہ کردیا، بورڈ نے اس محاذ پر پورے ملک کی رائے عامہ کو متحرک کیا۔ اس سلسلہ میں مختلف جلسے اور اجتماعات منعقد ہوئے، خود بورڈ کی مجلس عاملہ اور جنرل کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ حیدرآباد، الہ آباد، بھوپال، بنگلور، رانچی، دہلی اور پونا میں اہم تجاویز منظور کیں، جن میں کہا گیا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نزدیک مسودہ قانون تبنیت ۱۹۷۲ء شریعت اسلامی کے خلاف اور قرآن وسنت کی صریح نصوص سے متاصدم ہے۔

بورڈ نے اس بل کے خلاف تفصیلی تجاویز حکومت کے ذمہ داروں کے سامنے رکھیں اور دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ اس متوازی قانون سازی کے ذریعہ مسلم پرسنل لا کو ختم کرنے کی صورت نکالی گئی ہے اور اس سے شریعت میں مداخلت ہوتی ہے جو مسلمانوں کے لئے کسی طرح قابل برداشت نہیں۔

اس موقع پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ضروری سمجھا کہ اہل علم اور عوام کے سامنے اس بل کی خرابیوں اور اس کے دوررس اثرات کو واضح کیا جائے، اور ایک ایسی تحریر مرتب کی جائے جو ارکان پارلیمنٹ کے سامنے اس بل کے سلسلہ میں مسلم نقطہ نظر کی وضاحت کرسکے، اور جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے سامنے جو حضرات اپنی شہادتیں دینا چاہتے ہیں، انہیں تبنیت کے مسئلہ میں اسلامی ہدایات سے صحیح واقفیت حاصل ہوسکے۔ اس مقصد کے لئے ایک وقیع تحریر بورڈ کے سابق جنرل سکریٹری حضرت امیر شریعت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ نے ''متبنی بل ۱۹۷۲ء ایک جائزہ'' کے نام سے اردو، انگریزی، ہندی اور بنگالی زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا اور پورے ملک میں اصحاب فکر ونظر، قانون دانوں اور عوام تک پہنچایا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذریعہ تیار کی گئی فضا کا یہ نتیجہ ہوا کہ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی پارلیمانی کمیٹی کے سامنے علماء کرام، قانون دانوں، دانشوروں اور اداروں کے نمائندوں نے اتنی بڑی تعداد میں شہادتیں دیں اور بل کی مخالفت میں مشورے

دیئے۔

بورڈ کی رہنمائی میں مسلمانوں کی جانب سے جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے سامنے پرزور اور مدلل نمائندگی کی وجہ سے اس کمیٹی کے تینوں مسلم ارکان جناب مقصودعلی خاں ایم پی، جناب جمیل الرحمٰن ایم پی اور جناب نواب شفقت جنگ نے علاحدہ نوٹ پیش کیا اور اس بل کی منظوری کی صورت میں مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دینے کی رائے پیش کی۔

بالآخر ۱۹؍جولائی ۱۹۷۸ء کو جنتا پارٹی کی حکومت نے مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کو معقول تسلیم کرتے ہوئے بل واپس لے لیا اور اس وقت کے وزیر قانون مسٹر اشوک شانتی بھوشن نے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا کہ:

''اسلامی فقہ متبنیٰ کو وراثتی حقوق عطا نہیں کرتی، یہ قانون مسلمانوں کے جذبات کے مغائر ہے، اس لئے واپس لیا جارہا ہے''۔

۱۹۸۰ء میں جب کانگریس پارٹی کی حکومت مرکز میں برسر اقتدار آئی تو پھر کچھ نام نہاد مسلمانوں اور ترقی پسندوں نے اپنی سرگرمیاں شروع کردیں اور یہ تحریک چلائی کہ متبنیٰ بل کو دوبارہ پارلیمنٹ میں لایا جائے، مسلم پرسنل لا بورڈ نے بیدار مغزی کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھی، بورڈ کے نمائندوں نے حکومت کے ذمہ داروں سے ملاقاتیں کیں اور ماضی کی تاریخ یاد دلائی، مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک وفد وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی سے بھی ملا، اور انہیں ایک مفصل میمورنڈم پیش کیا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ حکومت نے ۱۹۷۲ء میں متبنیٰ بنانے کا جو بل پیش کیا تھا اس کو نافذ نہ کرے۔ لیکن ۱۶؍دسمبر ۱۹۸۰ء کو وزیر قانون مسٹر پی شیوشنکر نے پارلیمنٹ میں متبنیٰ بل پیش کردیا، البتہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی جدوجہد اور بروقت بیداری کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس بل میں واضح الفاظ میں مسلمانوں کو قانون تبنیت سے مستثنیٰ کردیا گیا۔ اسی طرح بورڈ نے یکساں سول کوڈ کو مسترد کرتے ہوئے اس کو دستور کے بنیادی حقوق کے معارض قرار دیا اور کہا کہ اس طرح کے کسی بھی اقدام کا مطلب مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے انحراف پر

مجبور کرنا ہوگا، جو کسی مسلمان کے لئے کسی حال میں قابل برداشت نہیں ہوسکتا۔ بورڈ دستور کی دفعہ ۴۴ کے دائرہ سے مسلمانوں کو مستثنیٰ کئے جانے کی برابر تحریک چلاتا رہا۔

بورڈ کی بے مثال جرأت مندی:

جون ۱۹۷۵ء میں جب ملک میں ایمرجنسی نافذ کی گئی اور اس وقت جس مسئلہ نے عام مسلمانوں کو سب سے زیادہ بے چین کیا وہ جبری نسبندی کا مسئلہ تھا۔ اس مسئلہ نے پورے ملک کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ایمرجنسی کا زمانہ تھا۔ اخبارات اور پریس کی پابندی نے رائے عامہ کو بھی سامنے آنے سے روک رکھا تھا۔ گرفتاریوں، ایذا رسانیوں اور آزمائشوں کی اس نازک گھڑی میں بورڈ نے بڑی جرأت اور استقلال کے ساتھ اپنی ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ ۱۷-۱۸/اپریل ۱۹۷۶ء کو دہلی میں مجلس عاملہ کا اجلاس اس حال میں منعقد ہوا جب کہ کوئی اجلاس منعقد کرنا ناممکن محسوس ہوتا تھا۔ اجلاس میں ارکان عاملہ کے علاوہ ملک کے جید علماء کرام، مفتیان عظام اور اصحاب فکر ونظر نے شرکت کی اور پوری بحث کے بعد جبری نسبندی کے خلاف ایک تجویز منظور کی، جس میں مسئلہ کی صحیح وضاحت کی گئی اور نسبندی کے مسئلہ پر شرعی موقف واضح کیا گیا۔ پریس نے ان فیصلوں کو شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر بورڈ نے اپنے ذرائع سے شرعی موقف کو طبع کرایا، اور بورڈ کے دفتر کے علاوہ مختلف ملی جماعتوں، اداروں اور افراد نے بھی اس کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔

اس طرح بورڈ نے بروقت اور جرأت مندانہ رہنمائی کی۔ اس موضوع پر بورڈ کے سابق جنرل سکریٹری حضرت امیر شریعت سید منت اللہ رحمانیؒ نے ایک رسالہ ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے نام سے اردو، انگریزی، ہندی اور دوسری زبانوں میں کثیر تعداد میں چھپوا کر پورے ملک میں تقسیم کر دیا، اس رسالہ میں اس موضوع کا علمی، دینی اور عقلی نقطہ نظر سے مکمل طور پر جائزہ لیا گیا ہے۔

لازمی نسبندی کے خلاف بورڈ نے جو واضح اور مضبوط موقف اختیار کیا، یقیناً اس اقدام

سے ملت اسلامیہ ہندیہ کی تاریخ میں جرأت مندی، عزم و استقامت اور اظہار حق کی بہترین مثال قائم ہوئی اور مسلمانان ہند کو بروقت رہنمائی ملی، جو بورڈ کا ایک اہم اور جرأت مندانہ تاریخی کارنامہ ہے۔

مساجد و مقابر کے تحفظ کا مسئلہ:

اکتوبر ۱۹۷۸ء میں الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ نے مساجد و مقابر سے متعلق ایک ایسا فیصلہ دیا جس نے مسلمانان ہند کو تڑپا دیا۔ اس فیصلہ کے تحت لکھنؤ کی دو مسجدوں اور قبرستان اور جے پور کی ایک مسجد کو وہاں کی کارپوریشن نے ایکوائر کر لیا، مساجد و مقابر کی مسلمہ حرمت ختم کر دی گئی، اور اس کے تقدس کو مجروح کر دیا گیا، اس میں حکومت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جس مسجد یا قبرستان کو مفاد عامہ کی خاطر اپنے قبضہ میں لینا چاہے لے سکتی ہے، اور اس کی ملکیت کو سلب کر کے کسی بھی مصرف میں استعمال کر سکتی ہے۔

بورڈ نے مسلم پرسنل لا اور مسلمانوں کے دیگر مذہبی امور پر اس فیصلہ کے دور رس اثرات کا بھرپور جائزہ لیا۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ سابق جنرل سکریٹری بورڈ نے اپنی گشتی مراسلہ کے ذریعہ ملک کے مسلمانوں کو اس فیصلہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور اس کے مضر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے حکومت کے ذمہ داروں کو اس کے خلاف تجاویز اور ٹیلی گرام بھیجنے کی اپیل کی، جناب جنرل سکریٹری بورڈ کی ہدایت کے مطابق پورے ملک میں اس فیصلہ کے خلاف اجتماعات منعقد ہوئے، اور ہندوستان بھر میں سیکڑوں خاموش جلوس نکالے گئے۔ بورڈ کے ذمہ داروں نے اس موضوع پر متعدد مرتبہ وزیر اعظم سے ملاقاتیں کیں، میمورنڈم پیش کئے، جس میں یہ کہا گیا تھا کہ سنٹرل ایکویزیشن ایکٹ میں ایسی ترمیم کی جائے جس سے ہر مذہب کے تقدس والے مقامات محفوظ ہو جائیں، اور انہیں گورنمنٹ یا کوئی بااختیار ادارہ ضبط نہ کر سکے۔ نیز بورڈ کے ذمہ داروں نے جنتا پارٹی کے صدر مسٹر چندشیکھر، اقلیتی کمیشن کے چیئرمین مسٹر محمد رفیع الدین انصاری، پیٹرولیم کے وزیر مسٹر ہیم وتی نندن بہوگنا سے ملاقاتیں کیں اور وزیر

اعظم مسٹر مرار جی دیسائی، وزیرداخلہ، وزیرقانون،مسٹر رام نریش یادو وزیراعلی اترپردیش،مسٹر بھیروں سنگھ شیخاوت وزیراعلی راجستھان کو میمورنڈم دیا اور خطوط لکھے۔سبھوں کے خاطر خواہ جوابات آئے،جن کی نقلیں دفتر میں محفوظ ہیں،اس دوادوش کے بعدمسٹر رام نریش یادواور مسٹر بھیروں سنگھ شیخاوت نے بورڈ کولکھا کہ ضروری کاروائی کا حکم دے دیا گیا ہے۔سابقہ نوٹس جس میں مسجد بھی شامل تھی،اس کی اصلاح کی جارہی ہےاور سرکار کا مسجد کوا یکوائر کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔لکھنؤ کی دونوں مسجدیں وقبرستان اور جے پور کی مسجد الحمدللہ مسلمانوں کو واپس کردی گئیں اور آج بھی بدستور قائم ہیں۔

بلاشبہ بورڈ کے بروقت اقدامات،مسلمانان ہند کی متفقہ آواز اور بھرپور احتجاج سے مقدس مقامات کے تحفظ کی راہ ہموار ہوئی۔مزید کوششیں جاری ہیں۔

بورڈ کی ایک اہم کامیابی:

مسلم پرسنل لا بورڈ کے پیش نظر بورد کے قیام کے بعد ہی سے نیا ضابطہ فوجداری ۱۹۷۳ءتوجہ کا مرکز بنارہا۔جس میں مسلم مطلقہ کے لئے تاحیات یا تا نکاح ثانی سابق شوہر سے نفقہ دلانے کی تجویز تھی، بورڈ کے ذمہ داروں نے متعدد مرتبہ اس وقت کی وزیراعظم محترمہ اندرا گاندھی سے ملاقاتیں کیں،مسئلہ کی پیچیدگی اور شریعت اسلامیہ سے اس کے تصادم کو واضح کیا۔ انہوں نے اس قانون میں ایسی ترمیم کا وعدہ کیا جس کے ذریعہ مسلمانوں کا شرعی قانون متاثر نہ ہو،لیکن یہ بل اپنے مراحل طے کرتا ہوا قابل اعتراض صورت میں آخرخواندگی کے لئے پارلیمنٹ میں پیش ہوگیا،اس وقت بورڈ کے ذمہ داروں نے بروقت وزیراعظم کو یاددہانی کی اور ان کو اپنا وعدہ یاددلایا۔ بڑی جدوجہد کے بعد اس کی آخری خواندگی روک دی گئی،اور کچھ دنوں کے بعد چندترمیموں کے ساتھ پاس ہوکر قانون بن گیا،نیوسی-آر-پی-سی(Cr.P.C) کی دفعہ نمبر ۱۲۵ واضح طور پر شریعت اسلامیہ کے قانون نفقہ سے مختلف تھی۔بورڈ کی جدوجہد کے نتیجہ میں دفعہ نمبر ۱۲۷ میں ایک شق کا اضافہ کیا گیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر طلاق دینے والے شوہر نے شرعی

واجبات ادا کردیئے ہیں یا مطلقہ نے معاف کردیا ہے تو دفعہ ۱۲۵ کے ذریعہ حاصل شدہ حکم منسوخ ہوجائے گا۔ تاہم یہ ترمیم بھی مسلم پرسنل لا بورڈ کے منشا کے بالکل مطابق نہیں تھی۔

اسی دوران گجرات ہائی کورٹ نے ایک فیصلہ دیا، جس میں دفعہ نمبر ۱۲۵ کے پس منظر اور قانون ساز ادارے کے پیش نظر مقاصد پر بحث کرتے ہوئے شوہر کی طرف سے واجبات کی ادائیگی کا حکم نفقہ کی منسوخی کے لئے کافی قرار نہیں دیا بلکہ عورت کی طرف سے ان واجبات کو قبول کر لینا ضروری قرار دیا۔ اس طرح ایک نئی پیچیدگی پیدا ہوگئی۔

ان ہی دنوں سپریم کورٹ نے محمد احمد خاں بنام شاہ بانو کیس میں نہ صرف یہ کہ مطلقہ کے لئے تاحیات یا تا نکاح ثانی شوہر پر نفقہ لازم کیا، بلکہ قرآن پاک کی من مانی تفسیر کی اور ایسا مطلب بیان کیا جو اسلامی تاریخ میں کسی نے نہیں بیان کیا تھا۔ جو احادیث رسول اللہ ﷺ، آثار صحابہ اور فقہ اسلامی کے بالکل خلاف تھا اور شریعت میں کھلی مداخلت تھی۔ بورڈ نے اس کا پھر نوٹس لیا۔ پورے ملک میں سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف تحریک چلائی۔ الحمد للہ بورڈ کی آواز پر مسلمانان ہند نے لبیک کہا اور ہندوستان بھر میں یہ تحریک وسائل وذرائع کی کمی کے باوجود ہمہ گیر اور منظّم طور پر جاری رہی، جس کی مثال کم از کم ہندوستان میں نہیں دیکھی گئی، بورڈ کے ذمہ داروں نے پورے ملک کا دورہ کیا اور دیہاتوں میں بھی گھر گھر یہ تحریک پہنچی، اور خاص طور پر یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ اس تحریک میں مسلمان عورتوں نے بھی پورا حصہ لیا۔ ملک میں سیکڑوں چھوٹے بڑے جلسے عورتوں نے منعقد کئے جن میں ہزارہا عورتوں نے شرکت کی اور سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کو دین میں کھلی مداخلت قرار دیا، اور عورتوں نے اپنے اس فیصلہ کا اعلان کیا کہ ہمیں سپریم کورٹ کا فیصلہ نہیں، شریعت کا حکم چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بورڈ کے سابق صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور بورڈ کے سابق جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے وزیر اعظم سے براہ راست ملاقات کرنے اور ان کو مطمئن کرنے کی ضرورت محسوس کی اور سب سے پہلے ۳۰؍جولائی ۱۹۸۵ء کو ایک نمائندہ وفد جس میں بورڈ کے متعدد ارکان شریک

تھے وزیراعظم سے ملا اور یادداشت پیش کی، پھر ۲رفروری ۱۹۸۶ء کو حضرت صدر محترم نے اور پھر ۱۷رفروری ۱۹۸۶ء کو بھی ہر دو ذمہ داران بورڈ نے وزیراعظم سے ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے نفقہ مطلقہ کی تمام پہلوؤں کو واضح کیا، انہوں نے یہ محسوس کیا کہ وزیراعظم نے اس مسئلہ پر کافی تیاری کی ہے اور یہ تاثر پیدا ہوا کہ وزیراعظم کا ذہن کھلا ہوا ہے وہ مسائل کو سمجھنا اور پھر انہیں حل کرنا چاہتے ہیں، اور ہر دو حضرات کا یہ بھی خیال تھا کہ انہوں نے بڑی حد تک وزیراعظم کو مطمئن کر دیا، اور اس خیال کی تائید وزیراعظم کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انہوں نے ستمبر ۱۹۸۶ء میں ایک تمل اخبار کو دیتے ہوئے کہا تھا:

''اسلام نے جو حقوق عورتوں کو دیئے ہیں وہ کہیں اور نہیں ملتے''۔

آخر کار اس تحریک کے نتیجہ میں حکومت ہند نے ۶رمئی ۱۹۸۶ء کو قانون حقوق مسلم مطلقہ ۱۹۸۶ء پاس کر کے سپریم کورٹ کے فیصلہ کو رد کر دیا اور اسلامی قانون نفقہ جاری کیا اس مطلقہ بل کے سلسلہ میں جس کا تعلق صرف مسلم مطلقہ عورتوں سے تھا۔ نیشنل پریس یعنی انگریزی و ہندی اخبارات نے مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ اور بقول حضرت مولانا علی میاں صاحب:

> ''انگریزی و ہندی اخبارات نے اس قانون کی مخالفت اس انداز میں کی کہ گویا کوئی غیر ملکی طاقت ہندوستان پر حملہ کرنے والی ہے، نہ صرف یہ بلکہ حکمراں جماعت کی بہت بڑی اکثریت بھی اس قانون کے خلاف تھی لیکن وزیراعظم نے اپنا منصب داؤ پر لگا کر اس قانون کو پاس کیا۔
>
> بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آزاد ہندوستان میں پہلی مرتبہ شریعت اسلامیہ کے نام پر قانون سازی ہوئی اور بلاشبہ یہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا تاریخی کارنامہ ہے''۔

اس قانون کی ترتیب کے وقت ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب بورڈ کے ذمہ داروں سے کہا گیا کہ سپریم کورٹ میں اس قانون کو ضرور چیلنج کیا جائے گا اور دستور کی دفعہ نمبر۱۴ و نمبر۱۵ سے

متصادم ہونے کے باعث رد ہوجائے گا اور پھر حکومت دوسرا قانون نہیں لائے گی، البتہ دفعہ نمبر ۱۲۵ سے استفادہ کی شرط اس قانون میں جوڑ دی جائے تو پھر دستور سے اس کا تصادم ختم ہوجائے گا اور حکومت ضامن ہوگی کہ پارلیمنٹ سے اس کو پاس کرائے اور سپریم کورٹ کے مقدمہ کی پیروی کرے۔ اور اگر یہ شرط نہ لگائی گئی تو قانون پاس ہوجائے گا لیکن سپریم کورٹ کے مقدمات کی پیروی اور قانون کو دوبارہ پارلیمنٹ سے پاس کرانے کی ذمہ داری حکومت قبول نہیں کرے گی۔ اس معاملہ کی نزاکت پر بورڈ کے ۱۸-۲۰ ممبران نے مل کر کافی غور کیا جس میں علماء اور قانون داں بھی شریک تھے۔ تحریک طویل ہوچکی تھی، اور حکومت سے کچھ حاصل کئے بغیر تحریک کا ناکام ہوجانا ایک تاریخی چوک ہوتی ہے، اس لئے طے کیا گیا کہ دفعہ نمبر ۱۲۵ کی شمولیت کے ساتھ جو ہمیں مل رہا ہے اس کو لے لینا ہی وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اس فیصلہ میں جناب غلام محمود بنات والا، جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ، جناب سید شہاب الدین ممبران پارلیمنٹ، جماعت اسلامی کے ذمہ داروں میں جناب مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی امیر جماعت و جناب افضل حسین صاحب قیم جماعت، مسٹر یوسف حاتم مچھالا ایڈوکیٹ اور جناب محمد عبدالرحیم قریشی ایڈوکیٹ حیدرآباد وغیرہ سب ہی شریک تھے۔ قانون کے بعض نقائص کو اس وقت بھی محسوس کیا گیا تھا، اور اس کے ازالہ کے لئے ترمیمات مرتب کر کے حکومت کے حوالہ کی گئیں۔ جواب میں یہی کہا گیا کہ اس وقت تو قانون کے پاس ہوجانے دیجئے، ترمیم تو آرڈیننس کے ذریعہ بھی ہوجائے گی۔ بورڈ کی جانب سے ترمیمات پیش کی گئیں، اس وقت کے وزیر قانون مسٹر بھاردواج کے ساتھ چند نشستیں بھی ہوئیں، مگر سیاسی حالات اور مرکز میں حکومتوں کی تبدیلی کی وجہ سے پیش رفت رک گئی۔

تحفظ حقوق مسلم مطلقہ قانون کے دستوری جواز کو چیلنج کیا گیا اور اس کے خلاف کئی رٹس سپریم کورٹ میں فائل ہوئیں۔ علاوہ ازیں کئی ہائی کورٹس کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں بھی دائر ہوئیں۔ پٹنہ و حیدرآباد کے ہائی کورٹس کے فیصلے قانون شریعت سے ہم آہنگ تھے، ممبئی اور گجرات ہائی کورٹس کے فیصلوں نے اس کی تعبیر بالکل مختلف کرتے ہوئے مطلقہ کے لئے تاحیات یا تا عقد

ثانی سابقہ شوہر کی جانب سے گزارہ کی رقم ضروری قرار دی۔ سپریم کورٹ میں ان مقدمات کی سماعت جولائی واگست ۲۰۰۰ء میں ہوئی، مگر اس دستوری بنچ نے فیصلہ ایک سال بعد ستمبر ۲۰۰۱ء میں سنایا جس کی وجہ سے تحفظ حقوق مسلم مطلقہ قانون کے بنانے کا مقصد فوت ہوگیا۔ اسی سال ماہ مئی میں ممبئی ہائی کورٹ کی اورنگ آباد فل بنچ نے وقوع طلاق کے بارے میں ایک فیصلہ دیا ہے جو قانون شریعت سے متصادم ہے۔ اس سلسلہ میں بورڈ کی طرف سے ماہرین قانون کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔

اوقاف کی آمدنی پر انکم ٹیکس:

ایک اہم مسئلہ اوقاف کی جائداد پر انکم ٹیکس کے لئے قوانین (مجریہ اپریل ۱۹۸۰ء) میں ٹرسٹ کی آمدنی پر انکم ٹیکس لگانے کی گنجائش پیدا کی گئی تھی اور ایسی تمام جائدادوں پر انکم ٹیکس لگایا جاسکتا تھا جن میں ۱۹۷۳ء کے بعد آمدنی میں اضافہ ہوا تھا۔ اس قانون میں انکم ٹیکس سے استثناء کی یہ شکل رکھی گئی تھی کہ ۱۹۷۳ء کے بعد اضافہ شدہ جائداد کو فروخت کرکے حاصل شدہ رقم کو نیشنلائز ڈ بینک میں فکسڈ ڈپازٹ کردیا جائے، اور اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا گیا تو اوقاف کی جائداد پر انکم ٹیکس اور دولت ٹیکس عائد کیا جاسکتا تھا، بورڈ نے اس کا سخت نوٹس لیا اور پوری توجہ دی۔ حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی سابق جنرل سکریٹری بورڈ مونگیر سے اور ڈاکٹر یوسف نجم الدین صاحب مرحوم ممبئی سے آکر تقریباً پندرہ دنوں تک دلی رہے اور اسی کام میں مشغول رہے، آخر میں محترم جنرل سکریٹری ایک موقر وفد لے کر وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی سے ملے اور پوری صورتحال بیان کی اور میمورنڈم پیش کیا۔ اسی وقت وفد کے سامنے اندرا جی نے مسٹر آر وینکٹ رومن کو جو اس وقت وزیر مالیات تھے فون کیا، اور اس کے بعد وزراء وعہدیداروں سے نمائندگی کا سلسلہ شروع ہوا، اور جب جناب نارائن دت تیواری وزیر مالیات بنے یہ بلا مسلم اوقاف کے سر سے ٹل گئی۔ اب ہمیں کوشش کرنی ہے کہ قانون وقف مکمل طور پر قانون شریعت سے ہم آہنگ ہو اور وقف کی حفاظت وصیانت کا معقول نظم اس میں ملحوظ رکھا جائے۔

قانون وقف میں ترمیم کا مطالبہ:

مسلم پرسنل لا بورڈ کا برسوں سے یہ مطالبہ رہا ہے کہ اوقاف کے قانون میں ایسی ترمیم لائی جائے جس سے وقف بورڈ کی جمہوری حیثیت نمایاں ہو اور اوقاف کی جائداد کو قانونی تحفظ حاصل ہو۔

۱۹۸۴ء میں مرکزی حکومت نے اچانک راجیہ سبھا میں بل پیش کر دیا، یہ بل گرچہ بہت طویل تھا اور اسے جامع اور ہمہ گیر قانون کی طرف مضبوط قدم قرار دیا گیا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ اس بل میں وقف بورڈ کی جمہوری حیثیت اور طاقت کو پورے طور پر ختم کر دیا گیا تھا، اور بعض جزوی سہولتوں کو چھوڑ کر اوقاف کی جائداد کو قانونی تحفظ نہیں دیا گیا تھا۔ فوری طور پر بورڈ کے نمائندوں نے وزیر قانون سے ملاقات کی۔ اس وقت کے وزیر قانون جگن ناتھ کوشل نے کہا کہ اس بل سے پارلیمنٹ کے مسلم ممبران بھی مطمئن نہیں ہیں اس لئے اب الیکشن کے بعد اس پر غور ہوگا، لیکن اس یقین دہانی کے باوجود صرف تین دنوں کے بعد ہی لوک سبھا سے اچانک وہ بل منظور کرالیا گیا۔ اس موقع پر بورڈ نے صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور دوسرے ذمہ داروں کو اس بل کے متعلق اپنے احساسات سے بروقت واقف کرایا۔ اور بورڈ ہی کی تحریک پر عام مسلمانوں خاص طور پر مسلم جماعتوں اور تنظیموں نے ہزاروں ٹیلی گرام اور خطوط کے ذریعہ اس بل کے خلاف اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی، لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود صدر جمہوریہ نے اس بل پر دستخط کر دی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داروں نے اس بل کے نفاذ کو رکوایا اور ترمیمات پیش کیں، اور ۱۶/۱۷ اپریل ۱۹۸۸ء کو بورڈ کی عاملہ نے یہ تجویز پاس کی کہ وقف ایکٹ کے متفقہ علیہ حصوں کو حکومت فوری طور پر پورے ملک میں نافذ کرے اور جو مختلف فیہ حصے ہیں جن میں مسلم پرسنل لا بورڈ اور بعض اداروں کی طرف سے حکومت کو تجویزیں پیش کی جا چکی ہیں، حکومت انہیں سامنے رکھتے ہوئے ایک جامع اور قابل قبول وقف ایکٹ بنا کر پورے ملک میں نافذ کرے۔ عاملہ کے اس اجلاس نے اس سلسلہ میں حکومت سے نمائندگی کے لئے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی۔

نئے وقف ایکٹ کی قانون سازی کے لئے بورڈ کے وفد نے مرکزی وزیر جناب سیتارام کیسری سے نمائندگی کی، جس کے بعد بورڈ کے وفود اور مرکزی وزراء عہدیداروں کے درمیان مختلف تجاویز پر تبادلہ خیال ہوا۔ بورد کی جانب سے جناب مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، جناب محمد عبد الرحیم قریشی (سکریٹری بورڈ)، جناب یوسف حاتم مچھالا سینئر ایڈوکیٹ اور دیگر اصحاب نے حصہ لیا، اور ان مشاورتی نشستوں میں مرکزی وزراء جناب جعفر شریف اور جناب غلام نبی آزاد نے شرکت کی۔ اس کے بعد وقف ایکٹ بابت ۱۹۹۵ء بنایا گیا، جس میں بورڈ کی کئی تجاویز کو شامل کیا گیا۔

پارلیمنٹ نے اس ایکٹ کے تحت وقف بورڈس کی کارکردگی کے جائزہ کے لئے ایک جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی تشکیل دی ہے۔ اس کمیٹی نے بھی بعض نکات پر بورڈ کی رائے مانگی ہے، مگر افسوس ہے کہ ۴؍جون ۲۰۱۰ء کو لوک سبھا نے بڑی عجلت میں قانون وقف بل ۲۰۱۰ء پاس کر دیا جس میں وقف کے منشاء کو نظر انداز کر دیا گیا، بورڈ نے اس سلسلہ میں ۶؍جون ۲۰۱۰ء کو مجلس عاملہ طلب کر کے اس کے نقائص دور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی جو اپنی سفارشات مرکزی حکومت کو پیش کرے گی۔

اصلاح معاشرہ کے لئے بورڈ کی جدوجہد:

مسلم پرسنل لا بورڈ کے دستور کی رو سے معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں کا جائزہ لے کر اس کی اصلاح کے لئے ممکنہ جدوجہد بھی بورڈ کی ذمہ داری ہے، بورڈ کی اپیل پر علماء کرام اور ائمہ مساجد نے معاشرتی اصلاح کو اپنی جدوجہد اور خطبات کا موضوع بنایا، اس سلسلہ میں ہفتہ تحفظ شریعت کا پروگرام بنایا گیا جس میں مردوں اور عورتوں کے اجتماعات پورے ملک میں منعقد کئے گئے، خود مسلم پرسنل لا بورڈ کے جہاں جہاں بھی اجلاس ہوئے تقریروں کے ذریعہ مسائل کی وضاحت کی گئی، اور تقریروں کے ساتھ لٹریچر کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا، سب سے پہلے اصلاح معاشرہ کے عنوان کے تحت طلاق کے مسائل کو لیا گیا۔ طلاق کی شناعت، اس کی برائی اور طلاق دینے کے صحیح طریقہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت مختصر، آسان اور سہل لٹریچر

تیار کیا اور اسے ملک کی مختلف زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا۔ اس سلسلہ میں بورڈ کی طرف سے طبع کرایا گیا رسالہ ''طلاق کے استعمال کا طریقہ'' کافی اہمیت کا حامل ہے، جسے عام طور پر پسند کیا گیا اور مسلمانوں نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا۔ پھر رسالہ ''طلاق کے مسائل'' شائع کیا گیا جس میں اختصار کے ساتھ اچھی ترتیب میں طلاق کے ضروری مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں، اس سے بھی مسلمانوں نے کافی فائدہ اٹھایا۔

اس کے علاوہ مولانا محمد عبید اللہ اسعدی کی کتاب ''تقریبات کا لین دین اور اس کے مفاسد''، مولانا عتیق احمد قاسمی کا رسالہ ''اسلام کا نظام میراث'' مولانا رضی الاسلام ندوی کا ''اسلامی پردہ کیا اور کیوں'' مولانا محمد ولی رحمانی کا ''لڑکیوں کا قتل عام''، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی کا ''جب رشتہ ٹوٹتا ہے'' ''دختر کشی کی لعنت'' مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی کا ''اصلاح کی فکر کیجئے'' مولانا نورالحق رحمانی کا ''تعدد ازدواج ۔ حقائق کے آئینہ میں'' اور مفتی فہیم اختر ندوی کا ''طلاق کیوں اور کیسے؟'' مختلف علاقہ کی زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں طبع کروا کر عام مسلمانوں تک پہنچایا گیا، اور اس غرض کے لئے خطبات جمعہ بھی مرتب کئے گئے اور مساجد کے ائمہ کرام کو بھیجا گیا، اور ان سے یہ بھی درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے خطبات و مواعظ میں معاشرتی اصلاح کو موضوع بنائیں۔

بورڈ نے اصلاح معاشرہ تحریک کو ملکی سطح پر منظم کرنے کے لئے مرکزی و صوبائی کمیٹیاں بھی تشکیل دی ہیں جو معاشرتی اور سماجی برائیوں کو دور کرنے اور صالح و پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر و تشکیل پر زور دے رہی ہے، ان کمیٹیوں کے تحت ہونے والی پیش رفت کا خلاصہ اور سرگرمیوں کی اجمالی رپورٹ اخبارات میں شائع ہو رہی ہے۔

اصلاح معاشرہ پر ایک ورکشاپ:

بورڈ کے مونگیر کے اجلاس کے موقع پر اصلاح معاشرہ کے پروگرام کو وسعت دیتے ہوئے ملک کو درپیش بعض اہم سماجی مسائل کو بھی بورڈ کے دائرہ کار میں لے لیا گیا تھا، بعد ازاں مجلس عاملہ نے ملک گیر سطح پر اس کام کو منظم طور پر انجام دینے کے لئے ریاستی و علاقائی کنوینزوں

اوران کے معاونین طے کئے، مزید برآں یہ طے پایا کہ کنویزوں اوران کے معاونین نیز سماجی اصلاح کے میدان میں کام کرنے والے دیگرافراد کے لئے بورڈ کی جانب سے ایک ورکشاپ منعقد کی جائے تاکہ اصلاح معاشرہ کے مفہوم اوراس کے تقاضوں کو گہرائی وگیرائی کے ساتھ سمجھا جاسکے، نیز اس اہم کام کے لئے مناسب طریقہ کاربھی وضع کیا جاسکے، بعض اہم مسائل جن کو اصلاح معاشرہ کی تجویز میں شامل کیا گیا تھاان کی تفہیم اور دائرہ کار کی وسعت کو سمجھنا بھی انتہائی ضروری تھا۔ چنانچہ صدر بورڈ کے مشورے کے مطابق کنویز اصلاح معاشرہ نے۲۰-۲۲/مارچ ۲۰۰۴ءمطابق ۲۸-۳۰/محرم الحرام ۱۴۲۵ھ کو دہلی میں شمالی ہند کے کنویزس ومعاونین نیز سماجی اصلاح کے میدان میں کام کرنے والے افراد کے لئے صدر بورڈ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی ایک تین روزہ ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا، ورکشاپ میں دہلی، ہریانی، ہماچل پردیش، پنجاب، یوپی، راجستھان اور گجرات سے تقریباً ۶۵ افراد (بشمول دس خواتین) نے شرکت فرمائی۔

مرکزی موضوع ''اصلاح معاشرہ کیوں اور کیسے؟'' کے تحت سہ روزہ ورکشاپ کے سات سیشن میں درج ذیل موضوعات کا احاطہ کیا گیا:

اصلاح معاشرہ ودائرہ اورطریقہ کار، اصلاح معاشرہ کی دینی بنیادی، مسلم معاشرہ میں عائلی زندگی کے تنازعات اوران کا حل، مسلم معاشرہ میں ذات پات اور برادری واد کا غیر اسلامی تصور، ہندوستانی سماج میں اونچ نیچ اورچھوت چھات کا مسئلہ اورانسانی وحدت وتکریم انسانیت کا اسلامی تصور، ہندوستان میں انسانی جان ومال اورعزت وآبرو کی حفاظت کا مسئلہ، ہندوستانی سماج میں عورت کا استحصال اسباب وعلاج۔

ان تمام موضوعات پر علماء واصحاب فکرونظر نے سیر حاصل گفتگو کی جس کا مسلم معاشرہ پر اچھا اثر پڑا، اوراس کے دائرہ کو وسیع کرنے کا مطالبہ ہونے لگا۔اس کے علاوہ حیدرآباد، لکھنؤ اور مونگیر میں اصلاح معاشرہ پر ورکشاپ ہوئے اوراس کا اچھا اثر پڑا۔

تفہیم شریعت کمیٹی:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے محسوس کیا کہ مسلم پرسنل لا سے عدم واقفیت کی بناء پر بعض اوقات عدالتوں میں غلط اور خلاف شرع فیصلے ہوجاتے ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ متعلقہ مسائل کی شرعی حیثیت اوران کی حکمت ومعنویت پر مسلمان وکلاء سے گفتگو اور تبادلہ خیال ہوتا رہے تاکہ وہ عدالتوں میں اسلام کے موقف کی بہتر ترجمانی کرسکیں، اس کام کے لئے ۲۹، ۳۰ ؍ اپریل ۲۰۰۵ء کو بھوپال میں حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔

۱- جناب محمد عبدالرحیم قریشی	حیدرآباد
۲- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	حیدرآباد
۳- مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب	لکھنؤ
۴- مولانا سید عقیل الغروی صاحب	دہلی
۵- مولانا سید جلال الدین انصر عمری صاحب (کنوینر)	دہلی

اس کمیٹی کی ابتدائی نشست ۲۳ جون ۲۰۰۵ء کو بعد نماز مغرب بورڈ کے مرکزی دفتر نئی دہلی میں جناب محمد عبدالرحیم قریشی اور مولانا سید جلال الدین انصر عمری کی نگرانی میں ہوئی، جس میں بعض منتخب وکلاء کو مدعو کیا گیا تھا۔ الحمد للہ وہ شریک ہوئے، ان کے سامنے بورڈ کا فیصلہ رکھا گیا۔ انہوں نے تعاون کا یقین دلایا۔

اسی اجلاس میں یہ طے پایا کہ ۹ ؍ جولائی ۲۰۰۵ کو دہلی کے وکلاء کا ایک نمائندہ اجتماع رکھا جائے۔ چنانچہ ۹ ؍ جولائی کی صبح تفہیم شریعت کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، علامہ سید عقیل الغری صاحب اور مولانا سید جلال الدین انصر عمری صاحب نے شرکت کی اور شام کو ہونے والے اجتماع وکلاء پر تبادلہ خیال ہوا، اس کے ساتھ یہ بھی طے پایا کہ مارچ ۲۰۰۶ء میں پرسنل لا پر ایک سہ روزہ سمینار شہر دہلی میں رکھا جائے اور اس طرح کے سمینار ہر سال کسی بڑے شہر میں کئے جائیں، اس میں مسلم وکلاء کے

ساتھ غیر مسلم وکلاء کو بھی شریک کرنے کی کوشش کی جائے۔

۹ر جولائی ۲۰۰۵ء کو حسب پروگرام بورڈ کے مرکزی دفتر میں وکلاء کا اجتماع ہوا، جس میں تقریباً ساٹھ وکلاء شریک ہوئے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجتماع کی غرض و غایت بیان کی۔ اس کے بعد شرکاء میں سے بعض نے آج کل پرسنل لا سے متعلق جو سوالات عدالتوں میں وکلاء کے درمیان زیر بحث رہتے ہیں انہیں پیش کیا اور اپنے اس تأثر کا اظہار کیا کہ ان سوالات کے جوابات جتنے مدلل طریقے سے آنے چاہئیں وہ نہیں آرہے ہیں۔ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جو شریک اجلاس تھے، بعض مسائل کی وضاحت کی۔

اجلاس کے آخر میں مولانا سید جلال الدین انصر عمری صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ پرسنل لا سے واقفیت اور اس سے متعلق معلومات حاصل کرنا ہم سب کی ملی اور دینی ذمہ داری ہے۔ اس اجلاس میں اس خواہش کا اظہار ہوا کہ ہر ماہ اس طرح کا اجلاس ہونا چاہئے۔

۳۱ر جولائی ۲۰۰۵ء کو بعد نماز مغرب جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اور مولانا سید جلال الدین انصر عمری صاحب کے ساتھ بعض منتخب وکلاء کی نشست ہوئی، جس میں طے پایا کہ ایک نشست میں ایک ہی موضوع پر گفتگو ہونی چاہئے اس لئے کہ جب بہت سے مسائل چھڑ جاتے ہیں تو کسی ایک پر بھی سیر حاصل گفتگو نہیں ہو پاتی ہے۔ اس لئے طے پایا کہ ۲۷ر اگست ۲۰۰۶ء کو شریعت اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء اور مسلم وکلاء کی ذمہ داری کے عنوان پر گفتگو ہوگی۔

حسب پروگرام ۲۷ر اگست ۲۰۰۵ء کو ساڑھے چار بجے یہ اجلاس الحمد للہ نیو ہورائزن اسکول دہلی میں ہوا۔ اجلاس کے آغاز میں جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجتماع کی غرض و غایت بیان کی اور امت مسلمہ کے لئے پرسنل لا کی اہمیت واضح کی، اس کے بعد جناب جلیس الحسن جعفری صاحب ایڈوکیٹ نے اپنا کلیدی خطبہ پڑھا اور تبادلہ خیال کا موقع فراہم کیا گیا۔ اس اجلاس میں ارکان کمیٹی کے علاوہ دارالعلوم دیوبند اور دہلی کے نمائندہ علماء کرام کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی اور وہ سب اس میں شریک ہوئے۔

آخر میں مولانا سید جلال الدین انصر عمری صاحب نے اپنے صدارتی کلمات میں کہا کہ شریعت اپلیکیشن ایکٹ سے یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ مسلمانوں کے پرسنل لا کی بنیاد انسانوں کے وضع کردہ کسی قانون یا رسم و رواج پر نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت پر ہے۔ اس پر ہر دور میں عمل ہوتا رہا ہے۔ اس کی جب بھی خلاف ورزی ہوئی، امت نے اسے قبول نہیں کیا اور اسے غلط سمجھا ہے۔ انگریزوں کے عہد میں بھی مسلمانوں کے اس حق کو تسلیم کیا گیا کہ مسلمانوں کے عائلی مسائل اسلامی شریعت کے مطابق طے ہوں گے۔ موجودہ دستور ہند نے بھی ان کا یہ حق تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا اس کی حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

۲۵ر ستمبر ۲۰۰۵ء کو دہلی میں ''ہندوستان میں مسلم پرسنل لا اور عدلیہ'' کے موضوع پر وکلاء کا اجتماع منعقد ہوا اس کے مہمان خصوصی جناب ڈاکٹر فیضان مصطفیٰ صاحب رجسٹرار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تھے، انہوں نے اس موضوع پر اپنا وقیع مقالہ پیش کیا۔ صدارتی کلمات میں مولانا سید جلال الدین انصر عمری نے بعض مسائل کی وضاحت کی اور وکلاء، ماہرین قانون اور علماء کے درمیان ربط اور مسائل کی تفہیم پر زور دیا۔ اجلاس میں تقریباً سو کے قریب منتخب وکلاء شریک تھے۔ اجلاس بہت کامیاب رہا۔

تفہیم شریع کمیٹی کے تحت وکلاء کا ایک اہم اجتماع ۱۱ر نومبر ۲۰۰۵ء کو ہوا جس میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اپنا کلیدی خطبہ بعنوان'' اسلام کے قوانین نکاح''، پیش کیا، جس کی صدارت حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب نے فرمائی۔

اسی دوران حضرت مولانا سید جلال الدین انصر عمری صاحب جماعت اسلامی کے صدر منتخب ہو گئے جس کی وجہ سے ان کی مصروفیات بڑھ گئیں انہوں نے تفہیم شریعت کے کنوینر شپ کی ذمہ داری کسی دوسرے صاحب کو سپرد کرنے کی درخواست کی چنانچہ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے صدر بورڈ کے مشورہ سے حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ کو تفہیم شریعت کا کل ہند کنوینر مقرر فرمادیا، انہوں نے

۱۸؍جولائی ۲۰۰۸ءاور ۹؍اگست ۲۰۰۸ءکو دہلی میں، یکم نومبر ۲۰۰۸ءکولکھنؤ میں اور یکم مئی ۲۰۱۰ءکو بنگلور میں تفہیم شریعت کا پروگرام رکھا جو بہت ہی کامیاب رہا ہے اس کے علاوہ حیدرآباد، کوچین، اندور، اورنگ آباد، برہانپور وغیرہ میں بھی متعدد اجتماعات ہوئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

خواتین سیل:

مسلم خواتین کو اسلام کی تعلیمات اور شریعت اسلامی میں عدل وتوازن سے واقف کرانے اور ان میں دینی اساس وشعور کو بیدار کرنے کے لئے بورڈ کے تحت ایک ویمنس سیل قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا، بورڈ نے اجلاس کانپور ۱۹۸۹ء میں معاشرتی اصلاح کے لئے مسلم کواتین میں بیداری لانے اور ان کے مقام ومرتبہ کو واضح کرنے کے لئے ''سال خواتین'' کے زیرعنوان پورے ملک میں ایک مہم چلانے کا فیصلہ کیا، چنانچہ اس فیصلہ کی بنیاد پر پورے ملک میں سمینار و اجتماعات منعقد کئے گئے، اس طرح خواتین سیل کے ذریعہ پورے ملک میں اجتماعات اور کانفرنسوں کا اہتمام کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی بورڈ خواتین میں شریعت کے تعلق سے بیداری اور ان کے شکوک وشبہات کے ازالہ کی جدوجہد بھی کرتا رہا، اس سلسلہ میں بورڈ کے تیسرے صدر مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسم صاحبؒ نے بڑی دلچسپی لی، اور کاوش کی، چنانچہ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار ۷/۸/اپریل ۲۰۰۱ءکو خواتین کا ایک دوروزہ سمینار دہلی میں منعقد ہوا جس میں مسلم خواتین کے ساتھ ہندوستان کی تمام خواتین تنظیموں کے نمائندوں کو مدعو کر کے صرف اپنے حقیقی مسائل کو پیش کرنے اور معتبر علماء کرام کے ذریعہ شریعت کی روشنی میں ان کا حل معلوم کرنے کا انہیں براہ راست موقع فراہم کیا، اس کے علاوہ بھی خواتین کے کئی اجتماعات پٹنہ، حیدرآباد، لکھنؤ وغیرہ میں منعقد ہو چکے ہیں، اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

معیاری نکاح نامہ:

شریعت اسلامی میں نکاح کرنا عبادت ہے، چنانچہ نکاح کے اس تقدس کو قائم رکھنے اور

زوجین کے درمیان اعتدال اور احتیاط کے پہلو کو ملحوظ رکھنے کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے تیرہویں اجلاس ۲۸-۳۰؍اکتوبر ۱۹۹۹ء ممبئی میں ایک معیاری نکاح نامہ کی ترتیب کی تجویز منظور ہوئی اور اس سلسلہ میں ۵ ممتاز علماء اور فقہاء اور ماہرین قانون ودانشور حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی کی مختلف نشستیں ہوتی رہیں اور مسودہ مرتب ہوتا رہا بالآخر ۲۰۰۰ء کے اواخر میں نکاح نامہ کا ایک مسودہ تیار ہوا جس کو پندرہویں اجلاس بنگلور ۲۸-۲۹؍اکتوبر ۲۰۰۰ء میں پیش کیا گیا، اس کی خواندگی کے بعد محسوس کیا گیا کہ اس میں مزید تنقیحات وتوضیحات کی ضرورت ہے،اس لئے کمیٹی کچھ نئے علماء وفقہاء کو شامل کر کے اس پر مزید غور وخوض کرے۔ چنانچہ بورڈ کی مجلس عاملہ منعقدہ ۲۲؍ستمبر ۲۰۰۲ء لکھنؤ میں نکاح نامہ کے لئے مولانا خالد سیف اللہ صاحب کی کنوینز شپ میں پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی نے مسودہ کی ترتیب و تسوید کا کام شروع کیا جس کو مرحلہ وار بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں پیش کیا جاتا رہا اور اس پر تبادلہ خیال اور بحث وتمحیص ہوتی رہی ملک کے بڑے تعلیمی اداروں اور اصحاب افتاء وقضایا کی خدمت میں رائے طلبی کے لئے بھیجا گیا، ارکان بورڈ کی بھی تحریری آرا آتی رہیں، ان آراء کی روشنی میں کمیٹی نے اس مسودہ کو قطعیت دے کر ۲۵؍دسمبر ۲۰۰۴ء کی مجلس عاملہ میں پیش کیا جس کو جزوی ترمیم کے بعد مجلس نے اتفاق رائے سے منظور کیا پھر اس منظور شدہ مسودہ کو بورڈ کے تمام ارکان کے پاس نظر ثانی کے لئے بھیج دیا گیا چنانچہ ارکان بورڈ نے اجلاس بھوپال ۲۰۰۵ء میں اس کو کثرت رائے سے منظور کیا اس طرح یہ معیاری نکاح نامہ بورڈ کے تحت قائم ہونے والے نظام دارالقضاء کو تقویت پہنچائے گا اور خواتین کی دشواریوں کا بھی حل نکال سکے گا۔

اس نکاح نامہ کی روح تین باتیں ہیں:

۱-ایسی تنقیحات وتوضیحات جن میں نکاح سے متعلق تمام شرعی پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۲-زوجین کے لئے ضروری ہدایات کی تذکیر، تاکہ اپنی آئندہ ازدواجی زندگی میں وہ

اس کوملحوظ رکھیں۔

۳-خواتین کے لئے سب سے اہم مسئلہ اگر مرد کی طرف سے ظلم وزیادتی ہوتو اس سے چھٹکارا پانا، نفقہ اور اولاد کی حضانت وغیرہ کے سلسلہ میں اپنے حقوق کو حاصل کرنا ہے، اس کے لئے اگر وہ سرکاری عدالتوں کو رجوع کریں، تو ایک طرف سرکاری عدالتوں سے انصاف حاصل کرنا، جوئے شیر لانے سے کم نہیں، اس میں بہت زیادہ اخراجات بھی ہوتے ہیں، دوسری تفریق اور اس طرح کم وقت میں اور معمولی اخراجات کے ذریعہ عورت اپنا حق وصول کرسکتی ہے، اور بوقت ضرورت اس فیصلہ کے حق میں قانونی مدد بھی حاصل کرسکتی ہے، اس لئے یہ عورتوں کی مشکلات کا بہت بڑا حل ہے، مسودہ کے صفحہ اول پر نکاح پڑھانے والے کے لئے ضروری معلومات درج ہیں، صفحہ دوم پر عاقدین اور گواہوں کے نام و پتے، صفحہ تین پر زوجین کے لئے چند ہدایات اور حقوق بیان کئے ہیں، اور صفحہ آخر میں ایک مختصر اقرار نامہ ہے جس میں خوشگوار ازدواجی زندگی گذارنے اور نزاع کی صورت میں دارالقضاء کی طرف رجوع کرنے کا عہد و پیمان ہے۔

نظام قضا کا قیام:

اسلاح معاشرہ کی ایک اہم کڑی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے معاملات شریعت اسلامی کے مطابق حل کرنے کے لئے پورے ملک میں دارالقضاء اور شرعی عدالتوں کا نظام پھیلایا جائے اور مسلمانوں کو اس کا موقع فراہم کیا جائے کہ وہ شرعی احکام اپنے اوپر نافذ کرسکیں، اس سلسلہ میں بورڈ کی تحریکات پر امارت شرعیہ بہار واڑیسہ نے قضاء کی تربیت کے لئے کیمپ لگایا۔ اس کا افتتاح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سابق صدر بورڈ نے کیا اور صدارت حضرت امیر شریعت بہار و اڑیسہ مولانا سید منت اللہ رحمانی جنرل سکریٹری بورڈ نے کی، اس موقع پر حضرت امیر شریعتؒ نے ایک خطبہ بھی پڑھا جس کا تعلق قضا کی شرعی اہمیت اور دارالقضاء کی افادیت سے ہے، اور پندرہ دنوں کے اس کیمپ میں تربیت کی ذمہ داری سابق صدر بورڈ مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی صاحبؒ نے سنبھالی، اس کے علاوہ امیر شریعت کرناٹک حضرت مولانا ابوالسعود احمد صاحبؒ نے دارالعلوم

سبیل الرشاد بنگلور کے احاطہ میں بہت مناسب، موزوں اور خوبصورت عمارت دارالقضاء کی بنائی اور مرکزی دارالقضاء کے افتتاح کی تقریب منعقد کی، اس افتتاحی تقریب کی صدارت بھی حضرت امیر شریعت بہار واڑیسہ نے کی اور تحریری خطبہ افتتاحی پڑھا، جس میں قضاء کی حقیقت، اس کی مشروعیت اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اور قاضی صدرالدین خاں صاحب آزردہ رحمہما اللہ تک قضاۃ کی مختصر مگر جامع تاریخ بیان کی گئی ہے، ساتھ ہی ساتھ حضرت امیر شریعت کرناٹک نے اس موقع پر اسی عمارت پر ٹریننگ کیمپ بھی لگایا جس میں ۳۵ علماء نے شرکت کی۔ کیمپ کی نگرانی حضرت امیر شریعت کرناٹک کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی اشرف علی صاحب نے فرمائیں اور تربیت کی ذمہ داری قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بہار واڑیسہ وسابق صدر مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی صاحب نے بہ احسن وجوہ انجام دی۔ نیز بورڈ کے اس فیصلہ کے بعد برہان پور مدھیہ پردیش میں دارالقضاء قائم کیا گیا، اور ایک بڑا نمائندہ اجتماع منعقد ہوا، جسے ارباب حل وعقد کا اجتماع کہنا چاہئے، جلسہ کی صدارت حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے فرمائی اور حضرت امیر شریعت بہار واڑیسہ مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ نے خطاب فرمایا اور اجتماع کے مشورہ سے قاضی ونائب قاضی کے تقرر کا اعلان کیا۔ پھر رات کے عظیم اجتماع میں ہر دو حضرات نے تقریریں کیں اور حضرت امیر شریعتؒ نے قاضی ونائب قاضی کو سند قضا دی۔ اسی طرح پھلت مظفر نگر میں ۸ تا ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ میں سہ روزہ تربیتی کیمپ منعقد ہوا بعد ازاں قاضی مقرر ہوئے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے شروع ہی سے نظام قضا کے قیام اور اس کے استحکام کو اپنا ہدف بنایا، اجلاس کلکتہ (۱۹۸۵ء) جے پور (۱۹۹۳ء) اور اجلاس مونگیر (۲۰۰۳ء) میں اس کی باضابطہ تجویز منظور ہو چکی ہے، اور بورڈ نے بار بار علماء اور ارباب حل وعقد کو اس جانب متوجہ کیا، چنانچہ تھانہ، اکولا، دھولیا، خیر امت ٹرسٹ اکیڈمی، نیرول، ناگپور، پونے، پربھنی، پوسد (مہاراشٹر) اندور، اعظم گڑھ، بارہ بنکی، گورکھپور، رائے بریلی، پھلت، جنوبی ومشرقی دہلی، سونی

پت، عیدگاہ عیش باغ لکھنؤ، احمد آباد وغیرہ میں دار القضاء قائم کیا گیا۔ اسی طرح لکھنؤ اور سیتا پور (اتر پردیش)، دہرادون وغیرہ کے دار القضاء بھی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے فیصلہ کی روشنی میں قائم کئے گئے، اور اس وقت بھی نظام قضا کے قیام کے لئے بورڈ تربیت یافتہ قاضیوں کی خدمات حاصل کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی جو بورڈ کے زیر نگرانی حسب ضرورت اہم علاقوں اور شہروں میں نظام قضا کے قیام کی عملی جدوجہد کر رہی ہے۔ نظام قضاء کا قیام، اہمیت وضرورت کے نام سے ایک مختصر کتابچہ میں شائع کیا گیا جس کے قیام دار القضاء کی تحریک کو تقویت مل رہی ہے اور نظام قضا کی اہمیت بھی اجاگر ہوئی۔

مجموعہ قوانین اسلامی کی اشاعت:

یہ امر واقعہ ہے کہ عائلی قوانین کا ایسا کوئی مستند مجموعہ پہلے سے موجود نہیں تھا، جو زمانہ حاضر کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ شریعت اسلامی کی صحیح ترجمانی کرتا ہو اور اس پر مستند علماء کا اتفاق بھی ہو، آل اندیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ وہ مستند علماء، وکلاء اور قانون دانوں کے مشورہ سے ایک ایسا مجموعہ تیار کرائے جس کو عدالتوں میں بطور سند پیش کیا جا سکے۔ ۱۹۸۶ء میں شاہ بانو مقدمہ کے موقعہ پر قوانین کے مجموعہ کی ترتیب کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی، چنانچہ قوانین اسلامی کو دفعہ وار مرتب کرنے کا کام سابق جنرل سکریٹری مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحب کی رہنمائی اور نگرانی میں شروع کیا گیا اور اس کے لئے چند فاضل علماء اور مستند قانون دانوں کی خدمات حاصل کی گئیں، عرصہ تک مسودہ کی ترتیب و تسوید کا کام ہوتا رہا، جب وہ مجموعہ ۱۹۹۹ء میں مکمل طور پر مرتب ہو گیا تو فقہ اسلامی پر گہری نظر رکھنے والے فقہاء و قضاۃ، مسلم وکلاء اور قانون داں حضرات سے اس کی آخری خواندگی اپریل ۲۰۰۰ء میں مکمل کرائی گئی، ۲۰۰۱ء میں اس کا اردو پھر انگریزی زبان میں ترجمہ کروایا گیا اور طبع کرایا گیا، ۱۹/اگست ۲۰۰۱ء میں اس کے رسم اجراء کے موقعہ پر سابق صدر بورڈ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہندوستان میں تدوین فقہ کے سلسلہ میں فتاوی

عالمگیری کے بعد یہ ہندوستان میں دوسری اجتماعی کوشش ہے، اس کو ہر حلقہ میں قبول عام حاصل ہوا، چند ماہ کے عرصہ میں ہی اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تو دوبارہ دوسرا ایڈیشن جس میں چند ابواب شامل ہونے سے رہ گئے تھے اضافوں کے ساتھ طبع کردیا گیا، اس کی مقبولیت ونافعیت اور مختلف اصحاب علم کی طرف سے موصول ہونے والی آراء کی روشنی میں بورڈ نے فیصلہ کیا کہ اس مجموعہ پر ایک نظر اور ڈالی جائے، نیز اس میں مسلک شافعی، اہل حدیث اور اثناء عشری کے مسائل کا کتاب کے حاشیہ میں ذکر کردیا جائے، اس کام کے لئے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو کنوینر مقرر کیا گیا، نیز لیگل کمیٹی کے طور خاص کر اس کے علماء ارکان مولانا سید محمد ولی رحمانی، مولانا عتیق احمد بستوی، نیز مختلف مرکزی اداروں کے نمائندہ اصحاب افتاء کے تعاون سے اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔ مجموعہ قوانین اسلامی کے دوبارہ انگریزی ترجمہ کی ضرورت محسوس کی گئی اور اس سلسلہ میں سابق چیف جسٹس سید شاہ محمد قادری سے درخواست کی گئی انہوں نے خوش دلی سے اس کام کو شروع کیا ہے، امید ہے کہ مستقبل قریب میں یہ کام مکمل ہوجائے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کو ہندوستان میں قانون شریعت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ایک مفید اور مؤثر ذریعہ بنائے۔

لازمی نکاح رجسٹریشن ایکٹ:

لازمی نکاح رجسٹریشن کا مسئلہ کئی دفعہ مختلف ریاستوں میں اٹھایا گیا، اکتوبر ۱۹۸۱ء میں حکومت اتر پردیش نے مرکزی حکومت سے نکاح کے لئے رجسٹریشن کروانے کے لئے قانون بنانے کی درخواست کی، چنانچہ ۶ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو بورڈ کی مجلس عاملہ نے اس طرح کی قانون سازی کو مسترد کرتے ہوئے اس کو مسلم پرسنل لا میں مداخلت کرنے کا منصوبہ قرار دیا جس کی وجہ سے طوفان تھم گیا، آخری بار مغربی بنگال کی حکومت کے بعض ذمہ داروں نے ۲۰ر مئی ۱۹۹۰ء اور ۲۸ر جولائی ۱۹۹۰ء میں لازمی نکاح رجسٹریشن بل کا مسودہ تیار کرلیا، اور اس سلسلہ میں اسمبلی سے ایک قانون پاس کرانے کی بات کہی۔ بورڈ نے اس وقت فوری طور پر حکومت کے ان بیانات کا

جائزہ لیا، اور ۲۰/اگست ۱۹۹۰ء کو بورڈ کی مجلس عاملہ بلائی گئی، مجلس عاملہ نے لازمی نکاح رجسٹریشن ایکٹ کے پیچھے پیچھے حکومت کے برے عزائم کو دیکھتے ہوئے اس کی اجازت دینے سے انکار کیا، اور جنرل سکریٹری بورڈ کو اس سلسلہ میں مناسب طریقہ کار اختیار کرنے کو کہا۔ الحمد للہ جنرل سکریٹری کے بروقت انتباہ اور حکومت مغربی بنگال کو مسلمانوں کی طرف سے بھیجے گئے ہزاروں ٹیلی گرام اور خطوط کا یہ اثر ہوا کہ اس نے ۱۳/ستمبر ۱۹۹۰ء کو بیان دیا اور بورڈ کے سکریٹری جنرل کو باضابطہ اس کی اطلاع دی کہ حکومت مغربی بنگال کا ایسا ایکٹ لانے کا ارادہ نہیں ہے، نیز کسی کے بھی پرسنل لا میں مداخلت نہیں کرنی چاہتی ہے۔

آندھراپردیش کی اسمبلی نے شادیوں کے لازمی رجسٹریشن کا بل پاس کر دیا ہے، ابھی اس پر گورنر کے دستخط نہیں ہوئے ہیں، بورڈ نے سولہویں اجلاس عام (حیدرآباد- جون ۲۰۰۲ء) میں اس کو مداخلت کی راہ ہموار کرنے کی کارروائی قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دینے کا مطالبہ کیا ہے، اس علاقہ میں وقف بورڈ کے تحت مسلمانوں کے نکاح کے رجسٹریشن کا نظام تقریباً دوصدی سے رائج ہے۔

نکاح کے لازمی رجسٹریشن سے متعلق کمیٹی کی رپورٹ:

نکاح کے لازمی رجسٹریشن سے متعلق سپریم کورٹ کی ہدایت پر نیشنل وومن کمیشن کی جانب سے قانون کا مسودہ تیار کرنے کا مسئلہ بنگلور کی مجلس عاملہ کی میٹنگ منعقدہ ۸/مارچ ۲۰۰۶ء میں زیر بحث آیا۔ اس سلسلے میں مسئلہ کا جائزہ لینے اور بورڈ کی جانب سے ممکنہ ردعمل طے کرنے کی غرض سے درج ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔

۱- ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب (کنوینر)
۲- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب
۳- مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب
۴- جناب سید شہاب الدین صاحب

نکاح کے لازمی رجسٹریشن سے متعلق بنگلور کے اجلاس میں درج ذیل اشکالات سامنے آئے تھے۔

۱-اس سے قبل مغربی بنگال میں جب اس قسم کا قانون بنایا جارہا تھا تو اس وقت بورڈ کے بانی و جنرل سکریٹری مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ نے اس کی مخالفت کی تھی کہ شریعت میں اس کا لزوم نہیں ہے۔

۲-رجسٹریشن کولازمی کرنا قابل عمل نہیں ہے۔

۳-رجسٹریشن کے لئے ایک ہی فارم بلا لحاظ مذہب سب کے لئے ہوگا۔ جبکہ مسلمانوں کے پاس نکاح کی شرائط وضوابط دوسروں سے مختلف ہیں۔

۴-یہ لازمی رجسٹریشن یکساں سول کوڈ کی تدوین کی جانب ایک قدم ہوگا۔

۵-دیہاتوں میں مقیم ناخواندہ مسلمانوں کے لئے اس سے مسئلہ پیدا ہوگا۔

۶-رجسٹریشن کے لزوم سے شادی کے مصارف میں اضافہ ہوگا۔ تاہم یہ رائے بھی سامنے آئی کہ لازمی رجسٹریشن کی مخالفت کے بجائے متبادل شکلیں پیش کی جائیں۔

الف-ہمارے نکاح خواں حضرات کے ذریعہ پڑھائے جانے والے نکاح کو قانونی جواز (سند) فراہم کرانے کی کوشش کی جائے۔

ب-اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ رجسٹریشن کروانے کی صورت میں شادی کے اعتبار پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں ان سوالوں کے ممکنہ جواب فراہم کرنے کی کوشش کی گئی اور نیشنل ومن کمیشن کی جانب سے بل کا مسودہ حاصل کیا گیا۔ اس پر پہلے دہلی میں مقیم ارکان بورڈ کے ساتھ محترم جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب کی صدارت میں ایک میٹنگ ہوگئی۔ بعد ازاں ۲۶ رنومبر ۲۰۰۶ء کو مجلس عاملہ کے اجلاس سے ایک دن قبل ۲۵ رنومبر ۲۰۰۶ء کو ارکان کمیٹی کی میٹنگ ہوئی۔ کمیٹی کے ایک معزز رکن سید شہاب الدین صاحب اس بل

پر اپنی رائے صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری کو لکھ چکے تھے اور اپنے موقف سے نیشنل وومن کمیشن کی چیئر پرسن محترمہ گرجا ویاس کو واقف کرا چکے تھے، اس لئے موصوف نے کمیٹی کی میٹنگ میں شرکت سے معذوری ظاہر کی۔ جناب سید شہاب الدین صاحب نے اصولی طور پر بل کے مندرجہ جات سے اتفاق کیا، البتہ وومن کمیشن کو یہ بھی رائے دی کہ ایسے جوڑے جو بنا شادی کے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گذارتے ہیں ان کو بھی رجسٹریشن کے تحت لانے کی کوشش کی جائے۔ جناب سید شہاب الدین صاحب نے لڑکی کے لئے ۱۸/سال اور لڑکے کے لئے ۲۱ سال کی عمر کی شرط سے بھی اتفاق کیا۔ تاہم مذکورہ بالا دونوں میٹنگوں میں مسودہ کی تفصیلی مطالعہ کے بعد درج ذیل امور متفقہ طور پر طے کئے گئے۔

۱-مسودہ سے لازمی (Compulsory) کا لفظ ہٹایا جائے۔ حالانکہ مسودہ کی دفعہ ۲۰ میں کہا گیا ہے کہ کسی شادی کو محض اس بنا پر غیر قانونی نہیں مانا جائے گا کہ وہ اس قانون کے تحت رجسٹرڈ نہیں کی گئی ہے (تاہم ۲۰ اور ۲۱ ایک دوسرے سے متصادم بھی ہیں) رجسٹریشن ایک Voluntary عمل ہونا چاہئے۔ رجسٹریشن کو لازمی نہ کروانے کی متعدد جہتیں ہوسکتی ہیں۔ تاہم اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کی کثیر آبادی بالخصوص مسلمانوں کی اکثریت ناخواندہ ہے۔ ناخواندہ اور ان پڑھ افراد کا Procedural معاملات میں اکثر استحصال ہوتا ہے۔

۲-مسودہ میں رجسٹریشن سے متعلق بیان کردہ درج ذیل مقاصد سے شدید اختلاف ہے۔

الف-بچپن کی شادی سے روکنا اور اس بات کو یقینی بنانا کہ شادی کے لئے کم سے کم عمر کے قانون ۱۸ اور ۲۱ کا احترام ہو۔

ب-تعدد ازدواج کو روکنا۔

ج-پہلی بیوی کو دوسری شادی کی اطلاع کا ہونا۔ تعدد ازدواج کے دائرے سے ان

شادیوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جہاں مذہب نے یا روایات نے اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ لہذا ہمارا مسئلہ اس وضاحت سے حل ہو جاتا ہے، البتہ اسلام دوسری شادی کے لئے مرد پر صرف دونوں بیویوں کے درمیان انصاف کی شرط لگاتا ہے، جہاں تک اطلاع کا تعلق ہے اسلام کی نگاہ میں شادی کا اعلان خود اطلاع ہے۔ پہلی بیوی کو علاحدہ سے اطلاع دینے یا اس کی مرضی حاصل کرنے کی کوئی شرط اسلام نہیں لگاتا ہے، لہذا اس شق کو اس مسودہ سے خارج کیا جائے۔

۳- جہاں تک دیگر مقاصد کا تعلق ہے اس سے اتفاق ہے یعنی یہ کہ عورت کو استحصال سے بچانا، عورت کے لئے مکان اور نفقہ کو یقینی بنانا، غیر ممالک میں شادی کرنے والی خواتین کے حقوق کا تحفظ، لڑکیوں کی خرید و فروخت پر پابندی لگانا، مرد کے لئے عورت کو معلق چھوڑ دیئے جانے کے معاملات پر روک لگانا وغیرہ۔

۴- دفعہ ۱۲ میں رجسٹریشن کی ذمہ داری دونوں فریقوں پر ڈالی گئی ہے، یہ مناسب نہیں ہے، بلکہ نکاح خواں پر یہ ذمہ داری عائد کی جائے کہ وہ نکاح کو رجسٹرڈ کروائے، اگر نکاح کا رجسٹریشن لازمی نہ ہو تو پھر قانونی طور پر یہ ذمہ داری کسی پر بھی عائد نہیں ہوتی۔

۵- دفعہ ۱۳ میں نکاح کے بعد ۳۰ دن کے اندر رجسٹریشن کی قید مناسب نہیں ہے، ۳۰ دن کی مدت کم ہے، لہذا اس پر جرمانہ عائد کرنا صحیح نہیں ہے، گو کہ یہ بہت Nominal ہے، تاہم غریب اور پسماندہ افراد کے لئے یہ بھی بہت ہے۔

۶- رجسٹریشن کے لئے دونوں کے عمر کے سرٹیفکٹ کو لازم قرار نہ دیا جائے بلکہ نکاح خواں نے اپنے نکاح نامہ میں جو عمر درج کی ہے اسی کو مان لیا جائے۔

۷- دفعہ ۱۴ غیر ضروری ہے (Exemption for personal Appearence)

۸- دفعہ ۱۵ مین رجسٹرار کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ رجسٹر میں اندراج سے قبل فریقین سے یہ وضاحت حاصل کرے کہ یہ نکاح ان کی مرضی سے ہوا ہے، اس سلسلے میں کمیٹی

کا خیال ہے کہ نکاح کے وقت کی رضامندی ہی اصل رضامندی ہے، لہذا اسی کا اعتبار کیا جائے، عبارت میں اسی کی رعایت ہونی چاہئے۔

۹- دفعہ ۱۷ کی شق (ب) مسلمانوں کی حد تک غیر ضروری ہے، لہذا مسلمانون کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے (۱۸ رسال اور ۲۱ رسال کی قید)۔

۱۰- دفعہ ۱۷ کی شق (ب) بھی صحیح نہیں ہے، جہاں تک جبر کا تعلق ہے اگر نکاح کے وقت کسی جبر کی کوئی شکایت نہیں کی گئی اور دونوں نے برضا ورغبت ایجاب وقبول کا مرحلہ انجام دیا تو اب جبر کی شکایت صحیح نہیں ہے، جبر کو ثابت کرنے کے لئے بھی پرسنل لا کے مطابق ہی معاملہ ہوگا۔

۱۱- دفعہ ۳۱ کی عبادت کو مسلمانوں کے اعتبار سے تبدیل کیا جائے (Child Marriage) سے متعلق معاملہ۔

۱۲- رجسٹریشن سے متعلق فارم میں گواہوں کے نام بھی درج ہونے چاہئیں اور یہ وضاحت بھی کہ یہ نکاح میرے سامنے انجام پایا۔

۱۳- رجسٹریشن فارم میں مہر کا ذکر بھی ہونا چاہئے۔

۱۴- قانونی لحاظ سے الفاظ لگے بندھے ہونے چاہئیں۔

اگر لازمی رجسٹریشن قانون سے لازمی کا لفظ ہٹا دیا جائے اور مسلمانوں کی رعایت کرتے ہوئے متذکرہ بالا تجاویز کو منظور کر لیا جائے تو ہمیں اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے۔

اس سلسلے میں کنوینر کمیٹی سے ایک ملاقات میں وومن کمیشن کی چیئر پرسن نے بورڈ کے تعاون سے ان امور کو انجام دینے سے اتفاق کیا تھا۔ نکاح کے لازمی رجسٹریشن کے تعلق سے پارلیمنٹ میں تین ارکان نے خانگی بل پیش کئے ہیں اور نیشنل وومن کمیشن بھی ایک مسودہ قانون پیش کرنے والا ہے، ان بلس کے نکات پر غور کر کے بورڈ کی طے شدہ پالیسی کے مطابق ترمیمات مرتب کرنے اور اس تعلق سے نمائندگی کرنے کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ایک کمیٹی کی تشکیل کی ہے۔

بابری مسجد:

۱۹۸۶ء میں جب بابری مسجد کا تالا غلط طریقہ پر کھلوا کر ۱۹۴۸ء میں رکھے گئے بتوں کی عام پوجا شروع ہوئی تو اس وقت مسجد کی بازیابی کے لئے رابطہ کمیٹی اور پھر ریاستی اور مرکزی بابری مسجد ایکشن کمیٹیاں قائم ہوئیں، اورانہوں نے اپنا کام شروع کیا، بورڈ نے اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا، لیکن بعد میں حالات جب خراب ہوئے اور بعض گوشوں سے سمجھوتے کے سلسلہ میں چند تجویزیں پیش کی جانے لگیں اس وقت جنرل سکریٹری بورڈ کے پاس کانپور وغیرہ سے علماء و دانشوروں کی ایک ٹیم آئی اوراس نے مسئلہ کو بورڈ کے ذریعہ طے کرانے اور بالخصوص بعض تجاویز کے تعلق سے شرعی موقف کو واضح کرنے پر زور دیا۔ چنانچہ بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے ۳؍دسمبر ۱۹۹۰ء کو دہلی میں بورڈ کی مجلس عاملہ اور مدعوئین خصوصی کی میٹنگ بلائی جس میں بابری مسجد کے بارے میں شرعی نقطہ سے ملک کے سیکولر عناصر اور حکومت نیز تمام مسلمانوں پر اپنی تجویز کے ذریعہ یہ واضح کیا:

> ’’بابری مسجد، مسجد ہی ہے، نہ تو یہ غصب شدہ زمین پر واقع ہے اور نہ مندر توڑ کر اس کی جگہ بنائی گئی ہے، یہ مسجد ہے، اور مسجد کی جگہ خدا کی ملک ہے، نہ اسے تبدیل کیا جاسکتا ہے، نہ اس کی خرید وفروخت ہوسکتی ہے، نہ کسی مصالحت کی بنا پر کسی فرد، جماعت، یا حکومت کے حوالہ کی جاسکتی ہے، اور نہ کوئی حکومت اسے ایکوائر کرسکتی ہے‘‘۔

بورڈ کے اس فیصلہ کا اثر یہ ہوا کہ جو لوگ حالات کے دباؤ میں آ کر مسجد کی منتقلی کی بات کررہے تھے اوراس کے لئے کوشاں تھے ان کے قدم رک گئے۔ اور بابری مسجد کمیٹیوں کو بھی بورڈ کے اس واضح موقف سے حوصلہ ملا اور تذبذب دور ہوا۔ اس موقع پر بورڈ نے انتہائی جرأت مندانہ پیغام بھی مسلمانوں کو دیا اوران کو ہمت وحوصلہ کے ساتھ رہنے اور فرقہ پرستوں کا مقابلہ حکمت عملی اور بہادری کے ساتھ کرنے کی تلقین کی۔

بابری مسجد کی شہادت کا المناک واقعہ:

۱۱؍اگست ۱۹۹۲ء کو لکھنؤ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں بابری مسجد کے سلسلہ میں بورڈ کے ۳؍دسمبر ۱۹۹۰ء کی قرداد کا اعادہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ ناقابل تردید تاریخی وقانونی شہادت سے یہ واضح ہے کہ بابری مسجد ''مسجد'' ہی ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف حکومت اتر پردیش نے ۱۹۵۰ میں عدالت میں دیئے گئے تحریری بیان کیا ہے ہے، حکومت اگر گفت وشنید کے ذریعہ تنازعہ کے حل کرنے کا اقدام کرتی ہے تو بورڈ ایسے ہر حل کا استقبال کرے گا جو شریعت سے متصادم نہ ہو، اس موقعہ پر مجلس عاملہ نے صدر بورڈ کو وزیر اعظم ہند سے ملاقات کے لئے ایک نمائندہ وفد تشکیل دینے کی بات کہی، جس کے بعد مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک وفد نے وزیر اعظم سے ملاقات کر کے بورڈ کے موقف سے آگاہ کیا۔ بابری مسجد کے معاملات پر حکومت ہند نے کوئی خاص توجہ نہ دی، بالآخر کچھ فسطائی فرقہ پرست قوتوں نے پولس اور ریاستی اور مرکزی حکومتوں کی سرپرستی میں ۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو اس تاریخی بابری مسجد کو شہید کر دیا۔ پھر اس کے بعد ملک میں بڑے پیانے پر فرقہ وارانہ فسادات برپا ہوگئے۔ واقعات اور حالات کی سنگینی اور موقع کی نزاکت کے پیش نظر حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ نے مجلس عاملہ کا اجلاس ۹-۱۰؍جنوری ۱۹۹۳ء کو بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی میں طلب کیا، اور بابری مسجد کی شہادت پر اپنا اصولی موقف واضح کیا۔ اس موقع پر ممبئی میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کے لئے ارکان بورڈ کے مشورے سے صدر بورڈ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی قیادت میں ایک وفد نے وزیر اعظم ہند سے ملاقات کی۔ اسی موقع پر بابری مسجد معاملہ کو طے کرنے کے لئے ایک سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ ۱۵؍مئی ۱۹۹۳ء کو مجلس عاملہ کی ایک میٹنگ لکھنؤ میں ہوئی جس میں بورڈ کے نمائندوں نے اس سات رکنی کمیٹی میں توسیع کی ضرورت محسوس کی اور ''مسلم پرسنل لا بورڈ بابری مسجد کمیٹی'' کے نام سے پندرہ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی کا دائرہ کار صرف بابری مسجد اور اس کے متعلق امور تک رکھا گیا کہ

وہ حالات کے مطابق اس معاملہ میں بورڈ کے طے کردہ شرعی موقف کے مطابق بابری مسجد کی بازیابی کے لئے لائحہ عمل طے کرے، اس موقع پر کمیٹی کے ممبران نے وزیراعظم کو یاد دلانے کے لئے ۱۵/اگست کو دھرنا دیا اور گرفتاریاں دیں، اور بورڈ کے موقف کا اعادہ کیا، پھر بعد میں ۲۱/ جنوری ۲۰۰۱ء کو بابری مسجد کے مسئلہ پر ایک ۲۱/نفری کمیٹی تشکیل دی گئی کہ وہ حالات کے جائزے لے اوراس سلسلہ میں مناسب اقدامات کرے۔

بہر حال اس وقت بابری مسجد کا مقدمہ الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ کے سامنے آخری مرحلہ میں ہے، جس میں بورڈ کی طرف سے ماہر وکلاء پیروی کر رہے ہیں، اوراب تک جس قدر گواہ گذر چکے ہیں بورڈ کی طرف سے ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ پیروی کر رہے ہیں، نیز ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کو منہدم کئے جانے کے محرکات کا پتہ لگانے کے لئے حکومت نے لبراہن کمیشن بنایا جس میں بورڈ کی طرف سے جناب یوسف حاتم مچھالا اور بہار برقی صاحب پیروی کر رہی ں کمیشن میں تمام مباحث مکمل ہو چکے ہیں تاہم اس کی مدت میں توسیع ہوتی جارہی ہے۔

وشو ہندو پریشد نے ۱۵/مارچ ۲۰۰۲ء کو بابری مسجد کی جگہ جس پر مندر کی تعمیر وہ کرنا چاہتے ہیں اس کے ستونوں کی پوجا کا پروگرام بنایا تھا اوراس کے لئے سارے ملک میں تحریک بھی منظّم کی تھی، اس شیلا پوجن کے پروگرام کے تعلق سے وزیراعظم کی طرف سے ملاقات اور بابری مسجد کے مسئلہ پر گفت وشنید کی دعوت آئی، چنانچہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک وفد نے وزیراعظم کے ایما پر کانچی کے شری شنکراچاریہ جی سے ملاقات کی۔ اس وقت گجرات میں خون آشام مسلم کش فسادات ہورہے تھے۔ بورڈ کے وفد نے اس کشت وخون کو روکنے کے سلسلہ میں قدم اٹھانے کی بات شری شنکراچاریہ کے سامنے رکھی، اور جب انہوں نے بورڈ کے اس مشورہ کو قبول کرتے ہوئے گجرات کا دورہ کرکے امن بحال کرنے کی کوشش کا وعدہ کیا تب بابری مسجد کے سلسلہ میں ان کی بات سنی گئی جس میں انہوں نے کہا کہ وشو ہندو پریشد یہ تیقن دے گی کہ بابری مسجد کی جگہ پر کچھ نہیں کیا جائے گا، اور جب عدالت مسلمانوں کے حق کو تسلیم کرنے کا فیصلہ دے گی

تو مسجد کی تعمیر پر اعتراض نہیں کیا جائے گا، اور نیز یہ کہ مجوزہ شیلا پوجن بابری مسجد کی اراضی سے متصل اس اراضی پر ہوگی جو حکومت کی تحویل میں ہے۔ کانچی کے شری شنکر آچاریہ سے وفد نے جس کی قیادت جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا نظام الدین صاحب کر رہے تھے، یہ کہا کہ ان کی تجویز پر کسی رائے کے اظہار کا اختیار وفد کو نہیں ہے اور ان کی تجویز پر بورڈ کی مجلس عاملہ غور کرے گی بشرطیکہ شری شنکر آچاریہ کی جانب سے ان کی تجویز تحریر میں ملے، نیز وی ، ایچ ، پی (V.H.P) کی طرف سے وزیر اعظم کو تحریری تیقن دیا جائے اور اس کی مصدقہ نقل بورڈ کو فراہم کی جائے، اور متصلہ اراضی پر جس مندر کی تعمیر کا پروگرام بنایا گیا ہے اس کا نقشہ دیا جائے اور رام نیاس ٹرسٹ اور وی ایچ پی کے تعلق کو واضح کیا جائے۔ چنانچہ بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۰/ مارچ ۲۰۰۲ء کو دہلی میں منعقد ہوا، اس اجلاس سے صرف ایک دن پہلے شری شنکر آچاریہ کے دفتر سے ایک تحریر وصول ہوئی جس میں تجویز کو دہرایا گیا مگر اس کے ساتھ وی ایچ پی یا رام نیاس ٹرسٹ کا کوئی تیقن منسلک نہیں تھا اور نہ ہی مجوزہ مندر کی تعمیر کے نقشے دیئے گئے تھے۔ مجلس عاملہ نے اس تحریر پر غور کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ جن دستاویزات کا مطالبہ کیا گیا تھا ان کے بغیر شری شنکر آچاریہ آف کانچی کے احترام کے باوجود ان کی تجویز پر غور نہیں کیا جا سکتا۔ بورڈ کی مجلس عاملہ کے اس فیصلہ کو بجز وشو ہندو پریشد عام طور پر صحیح قرار دیا گیا۔ اسی اثنا میں سپریم کورٹ میں یہ مسئلہ زیر تصفیہ آیا کہ کیا حکمت اپنی زیر تحویل اراضی پر شیلا پوجن اور مندر کی تعمیر کے آغاز کی اجازت دے سکتی ہے؟ پرسنل لا بورڈ نے سپریم کورٹ میں پیروی کا فیصلہ کیا۔ اور سپریم کورٹ کی سہ رکنی بنچ نے جو جسٹس بی این کرپال، جسٹس پٹنائک اور جسٹس کھرے پر مشتمل تھی، یہ فیصلہ سنایا کہ حکومت اپنی زیر تحویل اراضی میں کسی پوجا یا کسی تعمیر کے آغاز کی اجازت نہیں دے سکتی، اور حکومت بابری مسجد اور اس سے متصلہ تمام زیر تحویل اراضی کی حفاظت کی ذمہ دار ہے، قانون اور انصاف پر مبنی سپریم کورٹ کے اس فیصلے کا بورڈ نے خیر مقدم کیا۔ اس کے چند ماہ کے بعد الہ آباد کے لکھنؤ بنچ میں مقدمہ کی سماعت روزانہ چلنے لگی، دونوں فریقوں کی طرف سے شہادتیں گذرتی رہیں اور معاملہ

یہاں تک پہنچا کہ کورٹ نے زیر زمین کھدائی کا حکم دیا کہ آثار قدیمہ کے ذریعہ پتہ لگایا جائے کہ ماضی میں وہاں کوئی مسجد یا مندر رہا ہے یا نہیں۔ ۸۵ دنوں کی کھدائی کے بعد محکمہ آثار قدیمہ نے عبوری رپورٹ دی کہ مسجد و مندر کے تعلق سے وہاں ٹھوس شواہد دستیاب نہیں ہو سکے ہیں، زمانہ قدیم کے گھڑے، پتھر، لوہے کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوا، ادھر عدالت میں یہ معاملہ چل رہا تھا اور گواہیاں گذر رہی تھیں کہ فریق مخالف ۴-۵ گواہوں نے عدالت کے سامنے اقرار کیا کہ اس نے جناب ایل کے اڈوانی، ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی، محترمہ اوما بھارتی کے اشاروں پر بابری مسجد شہید کی ہے، گواہوں کے اس حقیقت پسندانہ اعتراف نے سیاسی حلقوں میں ہل چل پیدا ہوگئی، بی جے پی کے رہنماؤں نے محسوس کرلیا کہ اپوزیشن پارٹیاں آئندہ چار ریاستوں میں ہونے والے اسمبلی انتخاب میں اس کو ایشوز بنالیں گی، اس نے بڑی حکمت سے اسی شنکر آچاریہ کو میدان میں نئے فارمولوں کے ساتھ اتار دیا تاکہ وہ ملک کے باشندوں کے فکری رخ کو اصل مسئلہ سے موڑ کر مفاہمت و مصالحت کی راہ پر ڈال دیں۔

اسی پس منظر میں گذشتہ ۷/جون ۲۰۰۳ء کو شنکر آچاریہ جی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی سے ملاقات و مزاج پرسی کے عنوان پر لکھنؤ آئے، اور بابری مسجد سے متعلق ایک فارمولہ پیش کیا جس پر صدر بورڈ نے شنکر آچاریہ سے تحریری طور پر ان سے رائے طلب کی اور کہا کہ ہم اس کو بورڈ کے ارکان کے سامنے پیش کریں گے، چنانچہ ۲۰/جون کو ان کا خط فارمولہ کے ساتھ صدر بورڈ کو ملا، اس فارمولہ میں اچاریہ جی نے کہا:

الف-بورڈ ہماری درخواست پر غیر متنازعہ اکوائر اراضی پر مندر کے تعمیر کے بارے میں نو آبجکشن دینے پر غور کرے۔

ب-متنازعہ اراضی کے بارے میں بھی کسی اور وقت گفتگو کی جاسکتی ہے۔

ج-متنازعہ علاقہ کو محفوظ کرنے کی خاطر غیر متنازعہ اراضی اور اس کے درمیان دیوار تعمیر کی جاسکتی ہے۔

د-اگر ہم غیر متنازعہ اراضی کے بارے میں باہمی گفتگو سے کسی قطعی سمجھوتہ پر پہنچ جاتے ہیں تو ہم دونوں فرقوں کے مختلف مذہبی گروہوں کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ غیر متنازعہ اراضی کے بارے میں مزید مطالبات پیش نہ کئے جائیں۔

ھ- مفاہمت ومصالحت کے بعد اس سمجھوتہ کو روبہ عمل لانے کے لئے حکومت سے ربط پیدا کر سکتے ہیں، محترم شنکرآ چاریہ کے اس غیر متوازن فارمولہ کے جواب میں محترم صدر بورڈ نے چند تحریری وضاحتیں طلب کیں کہ کیا ہندو اور مسلمان دونوں متنازعہ زمین کے مقدمہ مین عدالت کے فیصلہ کی تعمیل کریں گے، اس لئے کہ موجودہ تجویز اس یقین دہانی کے بارے میں خاموش ہے، اور اگر ایسا ہے تو اس کو روبہ عمل لانے کے لئے کیا عملی اور قانونی اقدامات سوچے گئے ہیں، دوسرے یہ کہ ۱۰/مارچ ۲۰۰۲ء کی مجلس عاملہ نے آپ کے ۸/مارچ ۲۰۰۲ء کے خط میں پیش کردہ تجاویز پر غور کرنے سے معذرظاہر کی تھی اور اس سلسلہ میں ایک قرارداد منظور کی تھی اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ چنانچہ صدر بورڈ کے اس خط کے جواب میں شنکراچاریہ نے اپنے پہلے موقف کو واپس لے لیا اور اس بات کی دھمکی دے دی کہ کاشی، متھرا اور اجودھیا تینوں مقامات ہندوں کے ہیں، اور یہ مسلمانوں کو دان کر دینے چاہئے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو اس کے لئے خود کو ذہنی طور پر تیار رہنا چاہئے، بورڈ کی مجلس عاملہ منعقدہ ٦/جولائی ۲۰۰۳ء لکھنؤ میں ان دونوں خط پر افسوس اور ردعمل کا اظہار کیا گیا اور اتفاق رائے سے ان کے فارمولوں کو کالعدم قرار دیتے ہوئے اپنے قدیم موقف کا اعادہ کیا کہ:

> ''مسجد اور مسجد کی زمین خدا کی ملک ہے، نہ اسے تبدیل کیا جا سکتا ہے نہ خرید وفروخت کی جاسکتی ہے، نہ کسی مصالحت کی بنیاد پر کسی فرد، جماعت، یا حکومت کے حوالہ کی جاسکتی ہے''۔

بورڈ نے اپنے فیصلوں میں یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ بابری مسجد کے معاملہ میں آئین و انصاف کے تقاضوں پر عدالت کے فیصلہ کو ہی تسلیم کرے گا۔ اس مسئلہ میں کسی کو کوئی غلط فہمی نہیں

ہونی چاہئے، مسلمان بابری مسجد کی بازیابی کے لئے ہرممکن جدوجہد کرتے رہیں گے اوراپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیارنہیں ہوں گے۔ بورڈ اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ جن ملزمان کی نشاندہی لبرہان کمیشن نے کی ہے ان کے خلاف جلدمقدمات قائم کئے جائیں اورجن ملزمان کے خلاف سازش کاالزام لبرہان کمیشن کی رپورٹ میں لگایا گیا ہے ان کے خلاف سازش کا Charge لگایاجائے تاکہ بابری مسجد منہدم کرنے والے سبھی لوگوں کو جلداز جلد سخت سزائیں مل سکی۔

آل انڈیامسلم پرسنل لابورڈ شرعی موقف کوعدالت کے سامنے واضح کرتا رہا،مقدمہ کی پیروی کررہے وکلاء کی رپورٹیں اجلاس میں پیش ہوتی رہتی ہیں جن سے بابری مسجد کی حقیقت واضح ہوتی رہی ہے۔حقیت کا مقدمہ اب آخری مراحل میں داخل ہوچکا ہے تمام فریقوں کی گواہیاں مکمل ہوچکی ہیں اب اصل مقدمہ پر بحث شروع ہوچکی ہے، ہمارا مقدمہ بہت مضبوط بنیادوں پرقائم ہے انشاءاللہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔

لیگل کمیٹی:

عدالتوں میں خلاف شریعت فیصلوں کے جائزے کے لئے بورڈ نے علماءوکلاء پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جس کے کنوینر جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ بنائے گئے ہیں اس کمیٹی کی مختلف نشستیں ہوتی رہتی ہیں اورمسلم پرسنل لا سے متعلق عدالتی فیصلوں کا جائزہ لے کر قانونی اقدامات کرتی ہے، انسدادگھریلوتشدد ایکٹ، ہم جنسی کے بارے میں دہلی ہائی کورٹ کا فیصلہ، داڑھی کے مسئلہ میں سپریم کورٹ کے جج جسٹس کاٹجو کا ریمارک، دارالقضاء کے قیام پر قانونی رکاوٹ، مسلم مطلقہ کے حقوق کی بازیابی وغیرہ مسائل پرلیگل کمیٹی قانونی کارروائی کررہی ہے، ملک کی مختلف عدالتوں میں مسلم پرسنل لا سے متعلق مقدمات میں ججز حضرات قانون اسلامی کی جومن مانی تشریح کررہے ہیں اس کے خلاف ملکی سطح پرعام بیداری لانے اورایک عرضداشت مرکزی حکومت کے اعلیٰ عہدیداران کوبھیجنے کی مہم چلائی گئی۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کی مطبوعات:

آج مسلم معاشرہ جس فتنہ وفساد اور بگاڑ کا شکار ہے کہ اگر اس کی دینی، اخلاقی اور تہذیبی اصلاح کی اجتماعی جدوجہد نہ کی گئی، تو ذلت وخواری اور پستی وپسماندگی اس کی مقدر بن جائے گی اور معاشرتی زندگی کے تانے بانے بکھر جائیں گے یہی وجہ ہے کہ ملک کے بیشتر ارباب فکر ونظر، ادارے، اور تنظیمیں اپنی اپنی سطح سے اصلاح معاشرہ کی تحریکیں چلاتی رہی ہیں، اور بحمداللہ اس کے مثبت اثرات بھی سماج پر پڑتے رہے رہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جو قانون شریعت کے تحفظ کی ایک تحریک ہے اور ملک کے تمام مسالک کے نمائندوں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہے، یہ تنظیم بھی مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لئے ممکنہ جدوجہد کرتی رہی ہے اور یہ اس کے بنیادی مقاصد میں بھی شامل ہے، ارکان بورڈ نے جہاں تقریروں کے ذریعہ معاشرتی اور عائلی قوانین کی وضاحت کی، وہیں دفتر کی طرف سے لٹریچر، اور کتابچوں کی اشاعت کا برابر سلسلہ جاری رہا، چنانچہ اب تک ۳۰/۳۵ رسائل زیور طبع کے آراستہ ہو چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے، یہاں بورڈ کی طرف سے شائع کردہ چند لٹریچوں کا ایک تعارفی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) مسلم پرسنل لا

یہ رسالہ ۵۴ صفحات پر مشتمل ایک مقالہ ہے جسے حضرت امیر شریعت وسابق جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ نے ۱۴/۱۵ ستمبر ۱۹۶۹ء کو علی گڑھ کے ایک سیمنار میں پڑھا تھا، مقالہ کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر بعد میں اضافوں کے ساتھ اس کو مسلم پرسنل لا کیا ہے؟ کے عنوان سے شائع کیا۔ مسلم پرسنل لا کو جاننے اور سمجھنے کے لئے یہ قیمتی رسالہ بہت کارآمد ہے۔

(۲) متبنی بل ۱۹۷۲ء ایک جائزہ

جب ۱۹۷۲ء میں متبنی بل پارلیامنٹ میں پیش ہوا تو مسلمانوں نے وسیع پیمانے پر اس

کی مخالفت کی کہ یہ بل قانون شریعت کے خلاف ہے، چنانچہ یہ مسودہ قانون منظور نہیں ہوا، تاہم مسلمانوں کے خیالات جاننے کے لئے ایک پارلیامنٹ جوائنٹ کمیٹی بنائی گئی جس نے ملک گیر سطح پر مسلم دانشوروں اور ارباب فکر ونظر کے خیالات معلوم کئے اس موقع پر جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کو بھی متبنی بل ۱۹۷۲ پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی، چنانچہ آپ نے ایک تحریری بیان مرتب فرمایا جسے جوائنٹ کمیٹی کو پیش کیا گیا، بعد میں اس تحریری بیان کو کتابی صورت میں شائع کیا گیا یہ رسالہ اسی موقع کی ایک تحریر ہے جو پہلی مرتبہ ۱۹۷۴ میں دوسری مرتبہ ۱۹۸۳ میں طبع ہوا اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا پھر اس کی متعدد اڈیشن طبع ہوئے۔

(۳) خاندانی منصوبہ بندی

جس وقت ہندوستان میں جبری نسبندی کا زور ہوا اور اس کے خلاف بولنے والوں کی زبانیں گنگ ہوگئیں، اور لکھنے والے قلم رک گئے، تو ایسے نازک وقت میں حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ نے خاندانی منصوبہ بندی نامی رسالہ تحریر فرمایا اور قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلمانوں کے لئے نسبندی کو ناجائز قرار دیا، موضوع اور حالات کی مناسبت کے اعتبار سے یہ رسالہ ہزاروں کی تعداد میں طبع کرایا گیا، اور ملک کے گوشے تک پہونچایا گیا، لوگوں نے اس کو بے حد پسند کیا، اور وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیا۔ افادیت کی غرض سے دوبارہ شائع کیا گیا۔

(۴) مذہب اخلاق اور قانون

۲۴ صفحات پر مشتمل اس رسالہ میں مذہب اخلاق اور قانون کے باہمی رشتہ کی وضاحت کی گئی ہے، یہ رسالہ بھی ایک مقالہ ہے، جس کو جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے ۱۹۷۳ میں نئی دہلی کے ایک سیمنار میں پڑھا تھا، بعد میں بورڈ کی طرف سے شائع کیا گیا۔

(۵) یونیفارم سول کوڈ

اس ملک میں مسلم پرسنل لا کو ختم کر کے یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کی باتیں برابر کہی جاتی

رہی ہیں، تاکہ مسلمانوں کی تہذیبی اور سماجی انفرادیت کوختم کردیا جائے، اس لئے بورڈ نے ضرورت محسوس کیا کہ یونیفارم سول کوڈ کی قانونی اور تاریخی حیثیت پرایک کتابچہ مرتب کیا جائے اورحقیقت حال سے عام لوگوں کوبھی واقف کرایا جائے، چنانچہ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے یہ رسالہ مرتب کیا جس میں واضح کیا کہ ہندوستان جیسے مختلف مذاہب کے ماننے والے ملک میں یونیفارم سول کوڈ سے قوم میں انتشار پیدا ہوگا اور ملک کی تہذیبی رنگارنگی ختم ہوجائے گی، یہ رسالہ بہت مقبول ہوا، اور متعدد بار اس کی اشاعت ہوئی۔

(۶) دستو ہند اور یونیفارم سول کوڈ

اس رسالہ کو بورڈ کے سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے مرتب کیا ہے، جو ۲۴رصفحات پرمشتمل ہےاس رسالہ میں یونیفارم سول کوڈ کےنقصانات کا قانونی جائزہ لیا گیا ہےاور کہا گیا ہے کہ دستور ہند کے بنیادی دفعات میں مذہب کو جوتحفظ حاصل ہے یونیفارم سول کوڈ اس کے سراسر خلاف ہے۔

(۷) مسلم پرسنل لا بحث ونظر کے چند گوشے

مسلم پرسنل لا مسلمانوں کے لئے کیوں ضروری ہے؟ اس رسالہ میں اس موضوع پر علمی واستدلالی انداز میں گفتگو کی گئی ہے اس رسالہ کو جو ۲۴رصفحات پر مشتمل ہے حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ صاحب نے مرتب فرمایا۔

(۸) مسلم پرسنل لا کا مسئلہ نئے مرحلے میں

اس رسالہ میں مسلم پرسنل لا کی اہمیت کو عام فہم اسلوب بیان میں واضح کیا گیا ہے حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے قدما کی تحریروں کی روشنی میں فرمایا کہ مسلم پرسنل کے مسائل کوئی نئے نہیں بلکہ ان کا ماخذ قرآن وحدیث اسوہ صحابہ ہے اور یہی ہماری نجات کا ذریعہ ہیں۔

(۹) مسلم پرسنل کا مسئلہ تعاف وتجزیہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا چھٹا اجلاس ۱۹۸۶ میں مدراس میں ہوا تھا، اس موقعہ پر

حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی صدر بورڈ نے اجلاس عام میں مسلم پرسنل لاء کے موضوع پر برجستہ تقریر فرمائی تھی، جس میں عمائدین ملت، اور شہر مدراس کے تعلیم یافتہ حضرات نے بڑی تعداد میں شرکت کی تھی، اس تقریر کوٹیپ کرلیا گیا، پھرافادہ عام کی خاطر نظر ثانی کے بعد رسالہ کی شکل میں مرتب کر کے طبع کرایا گیا، اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، تیسری مرتبہ جون ۲۰۰۰ میں ازسرنو تفصیل وتوضیح اوراضافوں کے ساتھ شائع کیا گیا، اس رسالہ میں مسلم پرسنل لا کی دینی وشرعی حیثیت کوواضح کیا گیااور مسلم پرسنل لا کو جوخطرات ومشکلات درپیش ہیں ان کودور کرنے کے لئے کوشش کی گئی ہے، اس موضوع پر یہ ایک جامع رسالہ ہے جسے اہل علم اور عام حضرات نے بے حد پسند کیا۔

(۱۰) قانون شریعت کے مصادراور نئے مسائل کا حل

اس رسالہ میں اسلامی قانون کے مصادراورشریعت کی بنیادوں کا ایسا جامع تعارف کرایا گیا ہے کہ ہر ایک صدر کا صحیح تصور ذہن میں قائم ہوجا تا ہے، رسالہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نئے مسائل صرف آج کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ ہر دوراور ہر زمانے میں اس طرح کے مسائل پیش آتے رہے ہیں اور حل بھی ہوتے رہے ہیں آج بھی اگر ہم نئے مسائل سے دو چار ہیں تو یہ بھی ان ہی مصادر سے حل ہوں گے جو قانون شریعت سے مقرر ہیں اور جن کا تعارف اس رسالہ میں کرایا گیا ہے۔حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ کا مرتب کیا ہوا یہ رسالہ بھی بہت مقبول ہوا۔

(۱۱) اسلامی پردہ کیا اور کیوں

اسلامی پردہ کے سلسلہ میں اپنوں اور غیروں کی طرف سے بہت سے اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ آج کل مروج پردہ مسلمانوں کے دورزوال کی یادگار ہے اس کتابچہ میں جناب رضی الاسلام ندوی صاحب نے کتاب وسنت اور اسوہ صحابہ سے یہ ثابت کیا کہ پردہ اسلامی نظام معاشرت کا ایک اہم جزو ہے اوراس کے احکام اسلام کے معاشرتی نظام کی امتیازی خصوصیات کو

قائم رکھنے کے لئے بنائے گئے ہیں، اس کتابچہ کے مطالعہ سے بہت سے شکوک وشبہات کا ازالہ بھی ہوگا اس کو بورڈ نے اصلاح معاشرہ تحریک کے موقعہ پر شائع کیا تھا۔

(۱۲) تلک وجہیز ایک لعنت ہے

اس وقت مسلم سماج میں تلک وجہیز کی بڑھتی اور پھیلتی وبا سے خاندانی نظام کا شیرزہ بکھرتا جارہا ہے، اس کی وجہ سے اکثر گھروں میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے اس رسالہ میں تلک و جہیز کے وجوہات اور اس کو روکنے کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے رسالہ کے مرتب مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب ناظم امارت شرعیہ ہیں۔

(۱۳) تقریبات کا لین دین

اس رسالہ میں اسلام کے عائلی قوانین اور معاشرتی زندگی کے اصول بیان کئے گئے ہیں اور بے اعتدالی اور بے احتیاطی کو دین سے دوری کا سبب بتایا گیا ہے، نیز شادی و بیاہ کے موقعہ پر لڑکی والوں سے جو تلک وجہیز کا مطالبہ کیا جاتا ہے اس سے پیدا ہونے والے مضر اثرات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اس رسالہ کو حضرت مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب نے مرتب کیا ہے۔

(۱۴) اسلام کا نظام میراث

موجودہ دور میں وراثت کی تقسیم میں مسلم سماج میں بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے لڑکیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا اس کے علاوہ سے وراثوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، چنانچہ اس رسالہ میں مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے اسلام کے قانون میراث پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، یہ رسالہ گرچہ مختصر ہے مگر بہت جامع اور مفید ہے۔

(۱۵) نکاح اور طلاق

۱۵؍صفحات کے اس کتابچہ میں نکاح کی شرعی حیثیت اور طلاق کے استعمال کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ گرچہ کتابچہ ہے مگر اس کے مطالعہ سے قاری بہت ساری ضخیم کتابوں سے بے نیاز

ہوسکتا ہے۔

(۱۶) طلاق کے استعمال کا طریقہ

اس رسالہ کو مولانا صغیر احمد رحمانی رکن بورڈ نے مرتب کیا ہے جس میں انہوں نے طلاق کی شناعت اس کی برائی اور طلاق دینے کے صحیح اور غلط طریقے کی وضاحت کی ہے رسالہ کے آخر میں ایک ساتھ تین طلاق دینے کا حکم بھی تھوڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ۲۸رصفحات پر مشتمل اس رسالہ میں مولانا موصوف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں حسن معاشرت اور پرمسترت ازدواجی زندگی گزارنے کی بھی ترغیب دی ہے رسالہ سے عام مسلمانو نے بہت فائدہ اٹھایا، اب تک سیکڑوں کی تعداد یں اس کی طباعت ہوچکی ہے۔

(۱۷) اصلاح معاشرہ

۱۴رصفحات پر مشتمل اس کتابچہ میں مولانا برہان الدین سنبھلی رکن مسلم پرسنل لا بورڈ نے نکاح وطلاق اور وراثت کے ضروری احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ علماء کرام جلسوں می ں اور ائمہ مساجد جمعہ کے خطبات میں اس کو سامنے رکھ کر مسلم معاشرہ کی اصلاح کے موضوع پر گفتگو کریں، الحمد اللہ یہ رسالہ اس مقصد میں مفید ہوا۔

(۱۸) لڑکیوں کا قتل عام

یہ رسالہ بورڈ کے سکریٹری اور کل ہند اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کنوینر حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کا ہے، جس میں آپ نے اعداد وشمار کے ذریعہ لڑکیوں کے قتل کے خطرناک رجحان اور شرمناک عمل پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انسانی سماج میں اس کے منفی اثرات کو ظاہر کیا، یہ رسالہ اپنے موضوع پر بہت عمدہ رسالہ ہے جسے اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ خانقاہ رحمانی مونگیر نے شائع کیا جس کے اب تک متعدد اڈیشن اردو، ہندی کے علاوہ مختلف علاقائی وملکی زبانوں میں طبع ہوکر ہر خاص وعام میں مقبول ہوئے۔

(۱۹) دختر کشی کی لعنت اور اس کا حل

تلک وجہیز کے سیلاب نے انسانی معاشرے کے سکون واطمینان کو درہم برہم کردیا ہے جس کے نتیجہ میں لوگ لڑکیوں کو مادر رحم میں دواؤں کے ذریعہ یا کیمیکل کے ذریعہ حمل کو ضائع کردیتے ہیں، ضرورت متقاضی تھی کہ مسلم معاشرہ کی اصلاح کے ساتھ پورے ہندوستانی سماج کو اس لعنت سے بچانے کی حتی المقدور سعی وتدبیر کی جائے، زیر نظر کتابچہ میں مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی نے اس پہلو پر اچھی گفتگو کی اور عام فہم زبان میں اسکی خرابیوں اور تباہ کاریوں کا نقش لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اس رسالہ کو اصلاح معاشرہ کمیٹی نے شائع کیا ہے۔

(۲۰) پینا حرام ہے

شراب ایک ایسی برائی ہے جو ہزار برائیوں کو جنم دیتی ہے پیش نظر رسالہ مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی صاحب کا پیش کردہ ایک عمدہ رسالہ ہے جسکو بورڈ کی اصلاح معاشرہ کمیٹی نے شائع کیا ہے۔

(۲۱) خواتین کی عظمت اور ان کے حقوق

مولانا محمد خالد حسین قاسمی نے اس رسالہ میں عورتوں کے اسلامی حقوق کو خالص کتاب وسنت اور دین فطرت کی روشنی میں مستند طریقہ سے سمجھایا ہے، زبان سادہ، سلیس، رواں اور خوبصورت ہے۔

(۲۲) تعدد ازدواج - حقائق کے آئینہ میں

تعدد ازدواج کے بارے میں اسلام کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے مولانا نورالحق رحمانی نے یہ رسالہ مرتب کیا ہے جس میں انہوں نے اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت کے لئے شرعی پابندیاں، تعدد ازدواج کی مختلف حکمتیں اور مصلحتیں اور اس سلسلہ میں تاریخی تجربات پر عمدہ گفتگو کی ہے۔

(۲۳) اصلاح کی فکر کیجئے

یہ رسالہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی رکن بورڈ کا ہے جس میں انہوں نے اصلاح معاشرہ سے متعلق مختلف عناوین کے تحت مضامین لکھے، ہر مضمون فکر وعمل کی دعوت دیتا ہے یہ ایک مفید رسالہ ہے۔

چھ اہم معاشرتی اصلاحی لٹریچر

اسے اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ خانقاہ رحمانی نے شائع کیا ہے۔

امت مسلمہ کی دو امتیازی خصوصیات (اردو، ہندی، ملیالم، کنڑ)

صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی تصنیف ہے، جس میں انہوں نے مسلمانوں سے اپنا کھویا ہوا وصف دعوت الی الحق اور شہادت علی الناس دوبارہ حاصل کر کے بہترین امت بن کر دنیا میں ایک بار پھر چھا جانے کی دردمندانہ اپیل کی ہے۔

شادی مبارک (اردو، ہندی)

یہ رسالہ حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی کا ہے، مفتی صاحب نے بڑے ہی دل نشیں انداز میں اسلامی نکاح کے تصور کو اجاگر کیا ہے، اور شادی موقع پر ہونے والی غیر ضروری رسموں اور اس پر بیجا اخراجات کا اسلامی نقطۂ نظر سے عمدہ جائزہ لیا ہے۔

جب رشتہ ٹوٹتا ہے! (اردو، ہندی، بنگلہ)

یہ رسالہ بھی مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی صاحب کا ہے، جس میں انہوں نے مذہب اسلام میں مجبوری کی صورت میں طلاق کس قدر ضروری ہے اور اس کا کیا صحیح طریقہ ہے؟ اس پر آسان اور شیریں زبان میں روشنی ڈالی ہے، اور اس کے صحیح طریقۂ استعمال کی رہنمائی بھی کی ہے۔

اسلام نے عورت کو کیا دیا؟ (اردو، ہندی، ملیالم، کنڑ)

روشن خیال مسلم طبقہ اور غیر مسلموں میں عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ مذہب اسلام

نے عورتوں کو اس کا جائز حق نہیں دیا، حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی نے اس رسالہ میں عورت کے مقام ومرتبہ کو چند صفحوں میں بڑی خوبصورتی سے سمودیا ہے۔

عقیقہ کی سنت ادا کیجئے!(اردو)

مولانا قاضی عبدالعظیم حیدری صاحب کی تالیف ہے، جس میں عقیقہ کی اہمیت، ضرورت اور افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بچوں کے مستقبل پر اس کے پڑنے والے مفید اثرات کو واضح کیا گیا ہے، کتاب میں جاہلانہ رسم ورواج اور عقیدے کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

عورتوں کے لئے اسلام کے تحفے (اردو)

حضرت مولانا برہان الدین صاحب صدر شعبہ فقہ وتفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اس رسالہ میں مختلف مذاہب میں عورتوں کے حقوق کا جائزہ لیا ہے اور اسلام کے دیئے ہوئے حقوق کی مخلصانہ انداز میں گفتگو کی ہے۔

یہاں اختصار کے ساتھ صرف چند رسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے ورنہ بورڈ نے اس کے علاوہ اور بھی یعنی مفید اصلاحی رسالے اور کتابچے طبع کروا کر پورے ملک میں تقسیم کردیئے۔ اکثر رسائل کے علاقائی اور ملکی زبانوں میں بھی ترجمے ہوئے خاص کر اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کل ہند کنوینر حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی خدمات ناقابل فراموش ہیں کہ آپ نے اصلاح معاشرہ کے موضوع پر مختلف اصحاب قلم سے متعدد مضامین اور کتابچے لکھوائے اور خود بھی تحریر فرمایا اور ملک گیر سطح پر اسکی اشاعت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو ملت اسلامیہ پر تادیر قائم رکھے۔ مولانا علی میاں ندوی فاؤنڈیشن لکھنؤ کے زیراہتمام جناب شیراز الدین صاحب نے کئی رسالے چھپوائے۔ ان کتابوں کے علاوہ بورڈ کی اور بھی اہم کتابیں ہیں جن کا ذکر طوالت کی بناء پر حذف کردیا گیا ہے۔

بورڈ کے لئے مرکزی دفتر کا حصول:

عرصہ سے بورڈ کے مرکزی دفتر کے لئے عمارت کی حصول یابی کی جدوجہد چل رہی تھی، اللہ کا شکر ہے کہ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ کی کوششوں سے جامعہ نگر، مین بازار 76-A/1، اوکھلا، نئی دہلی-۲۵، میں ایک فلیٹ ۵/اگست ۱۹۹۴ء کو حاصل ہوا، جس میں پانچ کمرے، ایک ہال، باتھ روم اور دو کچن شامل ہے، پھر اسی فلیٹ کی بالائی منزل کا نصف حصہ صدر بورڈ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ کی جدوجہد سے ۲۰۰۱ء میں دستیاب ہوگیا جس میں دو کمرے، ایک نصف ہال اور ایک کچن ہے، اس وقت موجودہ دور کے رسل ورسائل کی ترقی اور مواصلات کی آسانی سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے بورڈ کے اس مرکزی دفتر کو جدید سہولیات سے آراستہ کیا گیا، کمپیوٹر، فیکس مشین، ریفرنس لائبریری اور لیگل سیل کا شعبہ قائم کیا گیا۔ اس مرکزی دفتر کو فعال بنانے کے لئے باصلاحیت افراد کی خدمات حاصل کی جارہی ہیں۔ ملک کے بعض اہل خیر حضرات کے تعاون سے شہر بنگلور میں ایک فلیٹ خریدلیا گیا جسکو کرایہ پر لگایا جائیگا تاکہ اس کی آمدنی سے دفتری اخراجات پورے کئے جاسکیں۔ بورڈ کا رجسٹریشن ۲۰/فروری ۲۰۰۶ء کو ہوا رجسٹریشن نمبر S-54919-of-2006 ہے

بورڈ کے رہنماء وقائدین:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک متفقہ ادارہ اور تحفظ شریعت کا ایک مشترک پلیٹ فارم ہے، جس کے عظیم مقصد سے ملک کے تمام مسلمان، مسلم تنظیمیں بلاتفریق مسلک ومشرب متفق ہیں اور اس میں شریک ہیں۔ ۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۷۲ء میں ممبئی کے تاریخی اجلاس میں بورڈ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا اور اسی کنونشن کے نتیجہ میں ۱۹۷۳ء میں حیدرآباد میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی باضابطہ تشکیل ہوئی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ پہلے صدر حضرت مولانا مفتی برہان الحق صاحب نائب صدر اور امیر شریعت بہار واڑیسہ حضرت مولانا

منت اللہ صاحب رحمانی جنرل سکریٹری منتخب ہوئے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب تقریبا دس سال تک اس عہدہ پر فائز رہے، چنانچہ ۱۹۸۳ء میں ان کے سانحہ ارتحال کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ بورڈ کے دوسرے صدر منتخب ہوئے اور وہ تقریبا سترہ سال تک اس منصب پر فائز رہے، دسمبر ۱۹۹۹ء میں مولانا علی میاں صاحب نے بھی داغ مفارقت دے دی۔ آپ کے انتقال کے بعد ۲۳/اپریل ۲۰۰۰ء کو ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بورڈ کا چودھواں خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں ممبران بورڈ نے اتفاق رائے سے حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلامی قاسمیؒ کو بورڈ کا تیسرا صدر منتخب کیا، ابھی دو سال کا ہی عرصہ گذرا تھا کہ وہ بھی اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ چنانچہ ۲۱-۲۳/جون ۲۰۰۲ء کو بورڈ کا انتخابی اجلاس حیدرآباد میں ہوا، اس میں اتفاق رائے سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو بورڈ کا چوتھا صدر منتخب کیا گیا۔

حضرت مفتی برہان الحقؒ اپنے انتقال تک نائب صدر رہے، ان کے بعد اس عہدہ جلیلہ پر مولانا مظفرحسین کچھوچھوی مرحوم فائز رہے اور ان کے انتقال کے بعد درگاہ حضرت گیسودرازؒ گلبرگہ شریف کے سجادہ حضرت محمد محمد الحسینی صاحب مرحوم نائب صدر منتخب ہوئے، ان کے انتقال کے بعد اسی عہدہ پر مولانا سید شاہ فخرالدین اشرف سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرف مخدوم اشرف کی نامزدگی ۲۰۰۷ء میں عمل میں آئی۔

ان اصحاب کے علاوہ مولانا کلب عابد مجتہد مرحوم کے بعد مولانا کلب صادق، ڈاکٹر عبدالحفیظ سلفی مرحوم کے بعد مولانا مختار احمد ندوی مرحوم اور ان کے بعد مولانا کاکا سعید احمد عمری، مولا ابوالسعود احمد امیر شریعت کرناٹک کے بعد مولانا محمد سالم قاسمی نیز مولانا ابواللیث اصلاحی کے بعد جناب محمد یوسف مرحوم اور ان کے بعد مولانا سراج الحسن صاحب بورڈ کے نائبین صدر رہے اس وقت امیر جماعت مولانا جلال الدین عمری صاحب نائب صدر ہیں۔

بورڈ کے صدوراوران کی میعاد

۱- حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
بانی وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (۷/اپریل ۱۹۷۳ء حیدرآباد تا ۱۷/جولائی ۱۹۸۳ء)۔
۲- مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب
دوسرے صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (۲۸/دسمبر ۱۹۸۳ء مدراس تا ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء)
۳- فقیہ ملت حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی صاحب
تیسرے صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (۲۳/اپریل ۲۰۰۰ء لکھنؤ تا ۴/اپریل ۲۰۰۲ء)
۴- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب
چوتھے صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (۲۲/جون ۲۰۰۲ء حیدرآباد تا حال)

موجودہ نائبین صدر

۱- مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ
۲- مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دیوبند
۳- مولانا جلال الدین عمری صاحب دہلی
۴- مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب عمرآباد، تامل ناڈو
۵- مولانا سید شاہ فخر الدین اشرف صاحب امبیڈکر نگر، یوپی

جنرل سکریٹری بورڈ اوران کی میعاد

۱- حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی صاحب
بانی بورڈ و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (۱۷/اپریل ۱۹۷۳ء حیدر آباد تا ۱۹/مارچ ۱۹۹۱ء)

۲- حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ۲۳/نومبر ۱۹۹۱ء دہلی تا حال)

موجودہ سکریٹریز

۱- جناب محمد عبد الرحیم قریشی صاحب، ایڈوکیٹ (اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ و ترجمان بورڈ) حیدراباد

۲- جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحب تھانہ مہاراشٹرا

۳- جناب مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مونگیر

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حیدر آباد

خازن

۱- جناب مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب
۱۹۷۳ء سے ۲۰۰۴ء تک اس عہدہ پر فائز رہے، اپنی علالت اور ضعف و نقاہت کے سبب معذوری کا اظہار کیا جس کو صدر بورڈ نے قبول فرمایا۔

۲- جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب
(دسمبر ۲۰۰۴ء تا حال)

مسلم پرسنل لا بورڈ تاریخ کے آئینے میں

۲۷-۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء (ممبئی)	:	آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن ممبئی، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا فیصلہ
۷-۸/اپریل ۱۹۷۳ء (حیدرآباد)	:	مسلم پرسنل لا بورڈ کے پہلے اجلاس میں بورڈ کی باضابطہ تشکیل، اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب وحضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحب بالترتیب پہلے صدر و جنرل سکریٹری منتخب۔
		مسلم مطلقہ کے لئے تاحیات یا تا نکاح ثانی سابق شوہر سے نفقہ سے متعلق نیا ضابطہ فوجداری ۱۹۷۳ء سے متعلق بورڈ کے وفد نے محترمہ اندرا گاندھی سے ملاقات کی جس سے اس آئین میں کچھ ترمیم کی گئی۔
جون ۱۹۷۵ء	:	مرکزی حکومت کے ذریعہ ایمرجنسی کا نفاذ اور جبری نسبندی مہم۔
۱۷-۱۸/اپریل ۱۹۷۶ (دہلی)	:	جبری نسبندی کے خلاف بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس۔
۱۵-۱۶/اکتوبر ۱۹۷۷ء	:	ایوان بالا میں متبنیٰ بل پیش۔
دسمبر ۱۹۷۲ء تا جولائی ۱۹۷۸ء	:	بورڈ کا متبنیٰ بل کے خلاف ملک گیر احتجاج۔

۱۹؍جولائی ۱۹۷۸ء	:	مرکزی حکومت نے متبنی بل واپس لے لیا۔
اکتوبر ۱۹۷۸ء	:	الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ نے مساجد و مقابر کو حکومت کے ذریعہ ایکوائر کرنے کا ایک متنازعہ فیصلہ دیا۔
دسمبر ۱۹۷۸ء	:	بورڈ کے جنرل سکریٹری نے اس فیصلہ کے خلاف گشتی مراسلہ کے ذریعہ مسلمانوں کو اس فیصلہ سے آگاہ کیا اور اس کے خلاف حکومت کو ٹیلی گرام بھیجنے کی اپیل کی، اور متعدد مرتبہ وزیر اعظم سے ملاقاتیں کیں۔
جنوری ۱۹۸۰ء	:	اس احتجاج کے نتیجہ میں جناب رام نریش یادو اور بھیروں سنگھ شیخاوت بالترتیب اتر پردیش و راجستھان کے وزراء اعلی نے جواب دیا کہ اس نوٹس کی اصلاح کی جارہی ہے اور حکومت کا کوئی بھی ارادہ مسجد ایکوائر کرنے کا نہیں ہے۔
۱۹۸۰ء	:	مرکزی حکومت کے وزیر قانون جناب پی شیوشنکر کے ذریعہ متبنی بل دوبارہ ایوان میں پیش کیا گیا لیکن بورڈ کی زبردست مہم کی وجہ سے مجوزہ بل سے مسلمانوں کو مستثنی قرار دیا گیا۔
اپریل ۱۹۸۰ء	:	مرکزی حکومت کے ذریعہ اوقاف کی آمدنی پر ٹیکس لگانے کی تجویز پیش کی گئی جس کے خلاف جنرل سکریٹری بورڈ مولانا منت اللہ صاحب رحمانی اور جناب یوسف نجم الدین صاحب نے وزیر اعظم اندرا گاندھی سے ملاقات کی اور وزیر اعظم نے بروقت کاروائی کرتے ہوئے وزیر مالیات جناب آر وینکٹ رمن سے فون سے رابطہ کیا اور بالآخر وزیر مالیات جناب نارائن دت تیواری کے ذریعہ مسئلہ حل ہوا۔

۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء	:	بورڈ کے پہلے صدر قاری محمد طیب صاحب کا انتقال۔
۲۸؍دسمبر ۱۹۸۳ء (چنئی)	:	بورڈ کے سالانہ اجلاس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دوسرے صدر منتخب۔
۱۹۸۴ء	:	مرکزی حکومت نے ایوان بالا میں ایک بل پیش کیا تھا جس کی رو سے وقف بورڈ کی جمہوری حیثیت ختم ہوجاتی چنانچہ اس کے خلاف فوری طور پر بورڈ کے ایک وفد نے وزیر قانون جگن ناتھ کوشل سے ملاقات کی، انہوں نے وفد کو یقین دہانی کرائی، باوجود اس کے تین دن کے بعد وہ بل منظور کرالیا گیا۔ اس بل کے خلاف بورڈ نے صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور بورڈ کی اپیل پر ہزاروں ٹیلی گرام بھیجوائے گئے باوجود اس کے صدر جمہوریہ نے بھی اس بل پر دستخط کردیا لیکن بورڈ کی نمائندگی پر اس کے کئی دفعات کا نفاذ روک لیا گیا۔
۲۳؍جولائی ۱۹۸۵ء	:	سپریم کورٹ نے شاہ بانو مقدمہ کا فیصلہ دیا جو شریعت اسلامی کے خلاف تھا۔
۳؍جولائی ۱۹۸۵ء	:	بورڈ کا ایک وفد وزیر اعظم سے ملا۔
۲؍فروری ۱۹۸۶ء	:	صدر بورڈ مولانا علی میاں ندوی نے وزیر اعظم سے ملاقات کی۔
۱۷؍فروری ۱۹۸۶ء	:	صدر بورڈ مولانا علی میاں ندوی اور جنرل سکریٹری مولانا منت اللہ رحمانی دونوں نے ایک ساتھ اس بل کے سلسلے میں وزیر اعظم سے ملاقات کی۔

۱۹/اور۲۳/اپریل۱۹۸۶ء	:	اسی سلسلے میں پھر دونوں ذمہ داروں نے وزیر اعظم سے ملاقات کی اور شرعی موقف واضح کیا۔
۶/مئی۱۹۸۶ء	:	ایوان نے قانون حقوق مسلم مطلقہ۱۹۸۶ء پاس کیا، جو بورڈ کی بہت بڑی کامیابی تھی۔
یکم فروری۱۹۸۶ء	:	بابری مسجد کا تالا غلط طریقہ پر کھلوا کر بتوں کی عام پوجا شروع کی گئی۔
۱۹۸۹ء		فقہ اکیڈمی کے قیام پر غور
۳/دسمبر۱۹۹۰ء	:	دہلی میں مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں بابری مسجد کے بارے میں شرعی نقطہ نظر کی وضاحت کی گئی۔
۱۹/مارچ۱۹۹۱ء	:	مونگیر میں جنرل سکریٹری بورڈ سید منت اللہ صاحب رحمانی کا انتقال۔
۲۳/نومبر۱۹۹۱ء	:	دہلی میں حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری دوم منتخب ہوئے۔
۶/دسمبر۱۹۹۲ء	:	تاریخی بابری مسجد کی شہادت کا المناک واقعہ پیش آیا۔
۹/۱۰جنوری۱۹۹۳ء	:	دہلی میں عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں ارکان عاملہ نے اس کی مذمت کی اور اس کے بعد سے ہی بابری مسجد کی بازیابی کے لئے قانونی کارروائی شروع کی جو اب تک چل رہی ہے۔
۱۹۹۴-۱۹۹۵ء	:	نئے قانون وقف کے سلسلہ میں بورڈ کی جانب سے حکومت سے نمائندگی اور وقف ایکٹ بابت ۱۹۹۵ء کی تدوین۔

۱۳/دسمبر ۱۹۹۹ء	:	رائے بریلی میں صدر بورڈ مولانا علی میاں ندوی کا انتقال۔
۲۳/اپریل ۲۰۰۰ء	:	ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب تیسرے صدر منتخب۔
۲۸/مئی ۲۰۰۰ء	:	مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کی مخالفت
۱۹/اگست ۲۰۰۱ء		مجموعہ قوانین اسلامی کی اشاعت
۱۰/مارچ ۲۰۰۲ء	:	شنکراچاریہ کی تجاویز پر مجلس عاملہ کا اجلاس۔
۴/اپریل ۲۰۰۲ء	:	اپولو اسپتال دہلی میں مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب کا انتقال
۲۲/جون ۲۰۰۲ء	:	حیدرآباد، مولانا حضرت سید محمد رابع حسنی ندوی چوتھے صدر منتخب۔
۷/جون ۲۰۰۳ء	:	کانچی کے شنکراچاریہ کی صدر بورڈ سے ملاقات
۶/جولائی ۲۰۰۳ء	:	شنکراچاریہ کا فارمولہ مسترد اور بابری مسجد کی اراضی پر تبادلہ خیال
۴/جولائی ۲۰۰۴ء	:	یوپی زمینداری خاتمہ قانون کی دفعات ۱۷۱ تا ۱۷۴ کو ختم کرنے کی تجویز
۲۹/اپریل ۲۰۰۵ء	:	معیاری نکاح نامہ کی منظوری
۳۰/مارچ ۲۰۰۹ء	:	سپریم کورٹ کے جج جسٹس کاٹجو کے داڑھی والے فیصلہ سے مراجعت کرنے میں کامیابی
۱۹/اگست ۲۰۰۹ء	:	ہم جنسی کے بارے میں دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کو چیلنج اور بورڈ کے وفد کی وزیر اعظم سے ملاقات
۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	:	مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کی مخالفت

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس عام
کب اور کہاں - ایک نظر میں

تاریخ ساز کنونشن	۲۷۔۲۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء	ممبئی
پہلا اجلاس	۷راپریل ۱۹۷۳، بمقام اورینٹ پیلیس	حیدرآباد
دوسرا اجلاس	۲۲-۲۳ر فروری ۱۹۷۵ہندوستان ہوٹل گاندھی نگر	بنگلور
تیسرا اجلاس	۱۵-۱۶را کتوبر ۱۹۷۷ء ملت اکیڈمی	رانچی
چوتھا اجلاس	۱۰-۱۱رجون ۱۹۷۸ء پونا کالج	پونا
پانچواں اجلاس	۲رمئی ۱۹۸۱ء شالیمار گارڈن	حیدرآباد
چھٹا اجلاس	۲۸-۲۹ر دسمبر ۱۹۸۳ء نیو کالج	مدراس (چنئی)
ساتواں اجلاس	۶-۷راپریل ۱۹۸۵ء اسلامیہ اسکول	کلکتہ
آٹھواں اجلاس	۱۵-۱۶ر دسمبر ۱۹۸۶ء صابوصدیق مسافرخانہ	ممبئی
نواں اجلاس	۴-۵ر مارچ ۱۹۸۹ء حلیم مسلم ڈگری کالج	کانپور
دسواں اجلاس	۲۳-۲۴ر نومبر ۱۹۹۱ء جامعہ ملیہ اسلامیہ	نئی دہلی
گیارہواں اجلاس	۹-۱۰را کتوبر ۱۹۹۳ء جامعۃ الہدایہ	جے پور
بارہواں اجلاس	۶-۷را کتوبر ۱۹۹۵ء مدرسہ اسلامیہ عربیہ الفضل	احمدآباد
تیرہواں اجلاس	۲۸، ۲۹، ۳۰را کتوبر ۱۹۹۹ء حج ہاؤس	ممبئی
چودہواں اجلاس	۲۳راپریل ۲۰۰۰ء ندوۃ العلماء	لکھنؤ

پندرہواں اجلاس	۲۸-۲۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء دارالعلوم سبیل الرشاد	بنگلور
سولہواں اجلاس	۲۱،۲۲،۲۳/جون ۲۰۰۲ء دارالعلوم حیدرآباد	حیدرآباد
سترہواں اجلاس	یکم،۲/مارچ ۲۰۰۳ء جامعہ رحمانی مونگیر	مونگیر
اٹھارہواں اجلاس	۲۹-۳۰/اپریل، یکم مئی ۲۰۰۵ء تاج المساجد	بھوپال
انیسواں اجلاس	۱۰،۱۱،۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء تامل ناڈو بیت الحجاج	مدراس
بیسواں اجلاس	۲۹/فروری، یکم مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ
اکیسواں اجلاس	۱۹/۲۰/۲۱/مارچ ۲۰۱۰ء	لکھنؤ

آخری بات

اللہ کا شکر ہے کہ ۳۸ سال کی مدت میں بورڈ نے مختلف محاذ پر قابل لحاظ کامیابی حاصل کی ہے، دیہات وقصبات میں بھی مسلم پرسنل لا کی اہمیت کا احساس پایا جارہا ہے، مسلمانوں کا شہری حلقہ بھی یہ احساس رکھتا ہے کہ اپنے اس قیمتی سرمایہ سے دست بردار ہونا ہلاکت ہے، مختلف سیاسی پارٹیوں کے بیانات اور تقریروں میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ ایک لازمی جز بن گئی ہے۔

مسلم پرسنل لا کے مسئلہ میں جو رائے عامہ بنی ہے، وہ بورڈ کی سب سے اہم پیش رفت ہے، لیکن مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی سب سے مضبوط شکل یہ ہے کہ خود مسلمان اپنی ایمانی قوت کے ساتھ لازمی طور پر قوانین شریعت کے ہر حصہ پر عمل کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں۔ سابق صدر بورڈ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے بورڈ کے اجلاس کلکتہ میں فرمایا تھا:

> ''جب ہم اہل حکومت اور برادران وطن سے شکایت کرتے ہیں تو ہمیں اپ سے بھی شکایت کرنے کا حق کیوں نہ ہو؟ ان سے تو شکایت کریں گے اور ان کا دامن پکڑیں گے لیکن آپ کا گریبان پکڑیں گے اور وہ ہاتھ ہمارا ہاتھ نہیں ہوگا، وہ دینی احتساب کا ہاتھ ہوگا، وہ شریعت کا ہاتھ ہوگا جو آپ کا گریبان پکڑے گا اور کہے گا کہ پہلے تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم اس قانون پر کتنا چلتے ہو، تو تم اپنے گھروں میں اس قانون کو نہ چلاؤ اور حکومت سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہارے قانون چلائے، اس کا احترام کرے''۔

مسلم پرسنل لا کے تحفظ اور بالخصوص اس میں کسی مداخلت کے خلاف احتجاج اور جدوجہد میں مسلمانان ہند نے اپنے اٹوٹ عزم اور چٹان سی استقامت کا مظاہرہ کیا ہے جو قابل تعریف اور لائق تحسین ہے، اللہ تعالی ان کی ان کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کے جذبہ مزاحمت ومقاومت کو سلامت رکھے۔مگر مسلمان اس قیمتی نصیحت کو نہ بھولیں جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے الفاظ میں ابھی نظر سے گذر چکی ہے۔ہم کو دشریعت کے اصولوں کو پامال کر کے حکومت سے اس کے احترام کی توقع نہیں کرسکتے، ہم اس کے احکامات کو پس پشت ڈال کر دوسروں کو مداخلت کا موقع فراہم کرتے ہیں۔مسلم پرسنل لا یعنی شریعت کے عائلی قوانین کے تحفظ کا مقصد ان پر خود کاربند ہونے اور ان کے پابند ہونے سے حاسل ہوسکتا ہے۔شریعت کی پابندی ہی اس کے تحفظ کی ضمانت ہے۔

بنگلور اعلامیہ:

اس وقت ہمارا ملک ہندوستان اپنی تاریخ کے نہایت سنگین دور سے گزر رہا ہے اور فاشسٹ طاقتیں جو ملک کے جمہوری کردار اور ہمہ مذہبی سیکولر روایات پر یقین نہیں رکھتیں، بام اقتدار تک پہنچ چکی ہیں، اور وہ ایسی طاقتوں کے زیر اثر ہیں جو کبھی اس ملک کے تئیں ہمدرد و بہی خواہاں نہیں رہے، چنانچہ ایک طرف ملک کی غالب اکثریت غربت اور خط غربت کے نیچے زندگی گزار رہی ہے اور تعلیم وصحت اور تمام بنیادی ضرورتوں سے محروم ہے، دوسری طرف ملک کے باشندوں میں مذہبی بنیادوں پر باہم نفرت پھیلائی جارہی ہے، تاکہ ملک کو درپیش اصل مسائل کی طرف سے عوام کی توجہ ہٹ جائے اور ان کے مذموم مقاصد پورے ہوسکیں۔

ہم اس نازک موقع پر سب سے پہلے ملک کے تمام شہریوں سے یہ دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ حالات کے اس سنگین رخ کو فرقہ پرست طاقتوں کے ناپاک ارادوں کو گہرائی سے سمجھیں اور آپس میں ایک دوسرے کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی اس سازش کو ہرگز کامیاب نہ ہونے دیں۔

ہم ملک کے تمام مذہبی رہنماؤں، دانشوروں، صحافیوں، اساتذہ کرام اور رائے عامہ پر اثر انداز ہونے والے ہر طبقے اور ہر فرد سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس وقت خاموش تماشائی نہ بنے رہیں، بلکہ آگے بڑھ کر ماحول کو درست کرنے، درست رکھنے اور باہمی رشتوں کو رواداری اوراحترام انسانیت کی بنیادوں پر قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

ہم ملک کے ان تمام سیاسی قائدین سے بھی جو اپنے کوفسطائیت کا مخالف اور سیکولرز کا علمبردار کہتے ہیں، واضح لفظوں میں یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے حقیر مفادات پر ملک میں جمہوری روایات اور سیکولرزم کے تحفظ کو ترجیح دیں اور ایک مشترکہ منصوبہ بندی کے ذریعہ ملک کو درپیش داخلی و بیرونی خطروں سے بچانے کے مقصد کو ہر دوسرے مقصد سے مقدم رکھیں۔

حالات کے اس تناظر میں کہ ہندوستان کی مذہبی اقلیتیں اس وقت کھلم کھلا سرکاری دہشت گردی "State Terrorism" کا شکار ہیں، ہم تمام اقلیتوں سے، خصوصاً ان کے رہنماؤں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایک منظّم، اجتماعی، حوصلہ مندانہ اور مدبرانہ کوشش سے حالات کے مقابلے اور ملک کے ماحول کو ان برائیوں سے پاک کرنے کی جدوجہد کا آغاز کریں۔

ہم خاص طور پر ہندوستانی مسلمانوں سے، جو طویل عرصے سے ظلم و تفریق (Discrimination) کا شکار ہیں اور اب پوری قوم کا حوصلہ، اس کا وقار، اس کے تعلیمی و تہذیبی مراکز، اس کی مذہبی جماعتیں اور تحریکات اور خصوصا مسلم نوجوان، ظالمانہ حملوں کا نشانہ بن رہے ہیں، صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ان حالات سے ہرگز خوفزدہ ہراساں نہ ہوں، بلکہ ان کو ایک چیلنج کی طرح قبول کرکے اس طرح اس کا مقابلہ کریں کہ:

۱- شریعت اسلامیہ سے اپنی عملی وابستگی کو اور بڑھائیں۔

۲- ذات، برادری، خاندان کی تقسیم سے اوپر اٹھ کر، اور مسلک و مشرب کے تمام اختلافات سے بالاتر ہوکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں، اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ اتحاد و اتفاق ہی زندگی ہے اور انتشار واختلاف موت، لہذا اپنے مسلک اور مشرب کے اختلاف کو علمی دائرے تک

محدود رکھیں اور امت کی اجتماعیت کو متاثر نہ ہونے دیں۔

۳-اپنے نزاعی مسائل کو آپسی گفتگو سے حل کریں، اور جہاں شرعی دار القضاء یا شرعی پنچایت موجود ہو وہاں اپنے مسائل اسی کے سامنے پیش کریں۔

۴-اپنے پڑوسیوں اور ملک کے عام شہریوں سے رابطہ قائم کرنے میں پہل کریں، اور اپنے اخلاق و معاملات اور خدمت خلق سے فاصلوں کو کم کرنے، غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو دور کرنے اور دلوں کو جیتنے کی کوشش کریں، نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ حسن اخلاق اور ہمت و عزیمت دونوں کی جامعیت اور حسین یکجائی سیرت اکرم ﷺ کا خاص پیغام ہے۔

۵-ہم تمام علماء کرام سے خاص طور پر یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ مسلم معاشرے کی اصلاح، فضول خرچی، وقت و مال کے ضیاع، شادی بیاہ کی غیر شرعی رسومات، جہیز اور لین دین کے مطالبات، ایک دوسرے کی دلآزاری جیسے برائیوں سے بچنے اور خواتین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی پوری رعایت کی ضرورت جیسے موضوعات کو اپنی تقریروں اور تحریروں کا خاص موضوع بنائیں، اور ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی اصلاحی و دعوتی کوششوں کے دائرے کو مزید وسعت دیتے ہوئے، برادران وطن کے سامنے بھی حکمت اور محبت کے ساتھ یہ حقیقت رکھیں کہ وحدت الہ، وحدت انسانیت اور وحدت رسالت ہی دراصل انسانی برادری کے اتحاد کی مضبوط بنیاد ہے۔

اغراض ومقاصد

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

- ہندوستان میں ''مسلم پرسنل لا'' کے تحفظ اور شریعت ایکٹ کے نفاذ کو قائم اور باقی رکھنے کے لیے مؤثر تدابیر اختیار کرنا۔ بالواسطہ، بلاواسطہ یا متوازی قانون سازی جس سے قانون شریعت میں مداخلت ہوتی ہو، عام ازیں کہ وہ قوانین پارلیمنٹ یا ریاستی مجلس قانون ساز میں وضع کئے جا چکے ہوں یا آئندہ وضع کئے جانے والے ہوں یا اس طرح کے عدالتی فیصلے جو مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا ذریعہ بنتے ہوں انہیں ختم کرانے یا مسلمانوں کو ان سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کی جدوجہد کرنا۔
- مسلمانوں کو عائلی ومعاشرتی زندگی کے بارے میں شرعی احکام وآداب، حقوق وفرائض اور اختیارات وحدود سے واقف کرانا اور ان سلسلہ میں ضروری لٹریچر کی اشاعت کرنا۔
- شریعت اسلامی کے عائلی قوانین کی اشاعت اور مسلمانوں پر ان کے نفاذ کیلئے ہمہ گیر خاکہ تیار کرنا۔
- مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی تحریک کے لیے بوقت ضرورت ''مجلس عمل'' بنانا جس کے ذریعہ بورڈ کے فیصلے درآمد کرنے کی خاطر پورے ملک میں جدوجہد منظّم کی جا سکے۔
- علماء اور ماہرین قانون پر مشتمل ایک مستقل کمیٹی کے ذریعہ مرکزی یا ریاستی حکومتوں یا دوسرے سرکاری ونیم سرکاری اداروں کے ذریعہ نافذکردہ قوانین اور گشتی احکام (Circulars) یا ریاستی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں پیش کئے جانے والے مسودات قانون

(بل) کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیتے رہنا کہ ان کا مسلم پرسنل لا پر کیا اثر پڑتا ہے۔

- مسلمانوں کے تمام فقہی مسلکوں اور فرقوں کے مابین خیر سگالی، اخوت اور باہمی اشتراک وتعاون کے جذبات کی نشو ونما کرنا، اور ''مسلم پرسنل لا'' کی بقا وتحفظ کے مشترکہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ان کے درمیان رابطہ اور اتحاد واتفاق کو پروان چڑھانا۔
- ہندوستان میں نافذ ''محمڈن لا'' کا شریعت اسلامی کی روشنی میں جائزہ لینا اور نئے مسائل کے پیش نظر مسلمانوں کے مختلف فقہی مسالک کے تحقیقی مطالعہ کا اہتمام کرنا اور شریعت اسلامی کے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے کتاب وسنت کی اساس پر ماہرین شریعت اور فقہ اسلامی کی رہنمائی میں پیش آمدہ مسائل کا مناسب حل تلاش کرنا۔
- بورڈ کے مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے وفود کو ترتیب دینا، Study Teams تشکیل دینا، سمینار، سمپوزیم، خطابات، اجتماعات، دوروں اور کانفرنسوں کا انتظام کرنا، نیز ضروری لٹریچر کی اشاعت اور بوقت ضرورت اخبارات ورسائل اور خبر ناموں وغیرہ کا اجراء اور اغراض ومقاصد کے لیے دیگر ضروری امور انجام دینا۔

☆☆☆